کرناٹک میں نعتیہ شاعری

«۱۹۵۷ تا دسمبر ۲۰۱۲ کے مجموعہائے نعت کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ»

غلام ربانی فدا

نام کتاب	:	کرناٹک میں نعتیہ شاعری
مصنف	:	غلام ربانی فدا (مدیر جہانِ نعت ہیرور)
سن اشاعت	:	مارچ ۲۰۱۶
پروف ریڈنگ	:	سیدہ نور فاطمہ
ناشر	:	کرناٹک اردو اکادمی بنگلور
قیمت	:	100 روپئے
سرورق	:	تاج گرافکس

رابطہ

Gulam Rabbani Fida
Editor **JAHAN-E-NAAT,**
S/o NOOR AHMEDAKKI
Post: Hirur, Tq: Hangal, Dist: Haveri-581104
Email: gulamrabbanifida@gmail.com,
www.wafasite.com
Mobi: +91-9741277047

آئینۂ کتاب

انتساب	4
اپنی بات	5
فہرست مجموعہائے نعت	7
ابتدائیہ	12
موضوع وتنقید نعت	13
آدابِ نعت گوئی	18
آغاز نعت گوئی	21
زمانۂ رسول کے نعت گو شعرا	24
اردو کے اولین نعت	29
کرناٹک میں نعتیہ شاعری	34
نعت نمبر و جرائد کے تجزیاتی مطالعہ	154
روز نامہ سالار کے نعت نمبروں کا ایک مختصر جائزہ	155
شش ماہی کتابی سلسلۂ جہان نعت ہیرور	158
اختتامیہ	167
انٹرویوز	169

انتساب

میرے والد مکرم جناب نور احمد ادامؒ طول اللہ عمرہ

والدہ معظمہ فیروزہ بانو حفظہا اللہ

میری اہلیہ عالمہ سیدہ نور فاطمہ

بھتیجہ محمد حسّان

بھانجی تسمیہ فاطمہ

بیٹی وفا فاطمہ

کے نام

غلام ربانی فدؔا

اپنی بات

ناچیز نے کرناٹک میں نعتیہ شاعری پر ’جہان نعت‘ کے خصوصی شمارے ’’کرناٹک میں نعت گوئی‘‘ کے بعد ’’کرناٹک میں نعتیہ شاعری‘‘ پر دوسرا پڑاؤ ڈالا۔ انشاء اللہ جب تک دم میں دم نعتیہ ادب کے حوالے سے تحقیق کرتا رہوں گا۔ کیوں کہ میرا مقصدِ حیات ادبِ نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فروغ ہے۔ اگر کچھ اور نئی چیزیں میسر آئیں تو اسے بھی پیش کر کے سبکدوش ہوجاؤں گا۔

قرآن مجید و سیرت، وسوانح، احادیث، نعتیہ شاعری، مذہبی ادب کے ساتھ ساتھ شاعری، تحقیق و تنقید اور اردو ادب کی تاریخ و تذکرہ پر لکھی گئی کتب کا مطالعہ میرے خاص مشاغل میں سے ہے۔ مطالعہ و مشاہدہ کے دوران ایک بات جو بار بار پریشان کرتی رہی وہ یہ کہ اردو ادب کے تذکرہ نگاروں اور ناقدین و محققین نے اپنی کتابوں میں نعت جیسی مقدس اور پاکیزہ صنف کے فروغ وارتقا میں ذہن ودل کو گھنٹوں آتشِ فکر میں جلا کر زبان وادب اور لسانیات کی گراں قدر خدمت انجام دینے والے حضرات کا ذکر آخر کیوں نہیں کیا؟ دانستہ نادانستہ ان سے کیوں آنکھیں موڑ لیں؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تقدیسی شاعری میں اپنے جوہر بکھیرنا یہ زبان وادب اور لسانیات کی خدمت نہیں ہے؟ اس حقیقت کو بہر حال تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان ادیبوں اور شاعروں نے اردو زبان وادب کی ترقی میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ان کی لسانی وادبی خدمات اعتراف تو دور قابلِ تحسین نگاہ سے دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے۔ آخر کیوں؟

یہی سوالات ناچیز کو بارہا پریشان کر دیتے ہیں۔ اسی پریشانی نے جہانِ نعت کے آغاز کا محرک بنی۔۔ ادب نعت کی خدمت کا موقع ملا۔ کچھ سالوں سے کرناٹک میں بھی یہ مذموم فضا چل پڑی ہے کہ ہمارے اسکالرس تحقیق کے بجائے نقالی پر زیادہ توجہ دینے لگے

ہیں۔کرناٹک میں نعتیہ ادب کے حوالے سے اب تک کوئی کتاب دستیاب نہیں تھی سوائے جلوۂ رحمت (مرتب کوثر جعفری) کے جوشعرا کا تعارفی سلسلہ تھا۔ جہاں نعت کے خصوصی شمارہ ''کرناٹک میں نعت گوئی'' کی ترتیب کے بعد بھی دلی وذہنی سکون حاصل نہ تھا۔ بالا آخر کافی محنت ومشقت یہ کتاب ترتیب دی۔میرے لئے سب سے بڑی مشکل کتابوں کی عدم دستیابی تھی۔ نبی کریم ﷺ کی عطائیں ساتھ تھی۔ چندہی دنوں میں کتابیں دستیاب ہوئی۔

خیر میں مشکور ہوں ان تمام احباب کا جنہوں نے اپنے مجموعہائے کلام مجھے ارسال کیے۔اور محترم منیر احمد جامی اور فیروز احمد سیفی کا بھی جنہوں نے وقتاً فوقتاً مجھے مفید مشوروں سے نوازااور میری حوصلہ افزائی کی اس طرح مجھے ادب نعت میں کوشاں رہنے میں مدد ملی۔میں مشکور ہوں اپنی شریکِ حیات کا بھی جن کا ہر وقت تعاون میرے شامل حال رہا۔ہمیشہ مجھےکام پر اکساتی رہتی ہے۔

میرے برادر اکبر دادا پیر، رفیق احمد، ناصر احمد، شاکر احمد اور احمد رضا اور میری بہنیں اور میری بھابھی جان، بھانجے اور بھانجیاں،بھتیجیاں جملہ خویش واقارب۔جن کی رفاقتوں پر مجھے فخر ہے۔جنہوں نے ہمیشہ اپنی محبت اور خلوص سے نوازا۔اپنی نوازشات، الطاف وعنایات احسان ومروت سے مالامال کیا جن کا دست سخا میرے شامل حال رہا،جن کی محبتین والفتیں میری محبت حیات کا سرمایہ ہے،۔

میری فکر کا حرف حرف۔لفظ لفظ اور روشنی کی بوند بوند انہیں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ۔

یقین ہے کہ اہلِ نقد ونظر اور باذوق حضرات راقم کی دیگر کاوشات کی طرح پیشِ نظر کتاب ''کرناٹک میں نعتیہ شاعری'' کی بھی بھرپور پذیرائی فرمائیں گے۔

کرناٹک کے نعتیہ منظر نامہ کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل ایک فہرست ناچیز نے تحقیق کے بعد رقم کی ہے،

فہرست مجموعہائے نعت

شمار	نام کتاب	شاعر	سن اشاعت
1	یا ایھا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	خان صاحب سلیمؔ	۱۹۵۷ء
2	خطاب تاب	کلام قمرؔ	۱۹۶۰
3	حرم کا تحفہ	فیاضؔ بلگوڑی	۱۹۷۱
4	رحمت تمام	صابرؔ شاہ آبادی	۱۹۷۳
5	نور رو ظہور	اکملؔ آلدوری	۱۹۷۹
6	نقش لاثانی	منیر احمد جامیؔ	۱۹۸۳ء
7	جذباتِ دل	ظہیر الدین بابرؔ	۱۹۸۱
8	گلزارِ حرم	اظہار افسرؔ	۱۹۸۵ء
9	ضامن نجات	صابرؔ شاہ آبادی	۱۹۸۴
10	شیون احمدی	سرورؔ مرزائی	۱۹۸۶
11	اعتراف	رزاق افسرؔ	۱۹۸۹
12	تہذیب منورہ	صابرؔ شاہ آبادی	۱۹۹۰
13	صداقت کے پھول	ظہیر الدین بابرؔ	۱۹۹۰

14	گنجینۂ گوہر	باسط خاں صوفی	۱۹۹۲
15	مصداق	ڈاکٹر راہی فدائی	۱۹۹۳
16	جذبۂ اطہر	سلام نجمی	۱۹۹۸
17	محراب دعا	صغریٰ عالم	۱۹۹۹
18	ورفعنا لک ذکرک	سید خسرو حسینی	۲۰۰۰
19	اوج سخن	کوثر جعفری	۲۰۰۰
20	صلوا علیہ وسلموا	جوہر صدیقی	۲۰۰۰
21	بیاض ثنا	رزاق شاہ آبادی	۲۰۰۲
22	ردائے رحمت	ایس ایم عقیل	۲۰۰۳
23	آبروئے سخن	اسد اعجاز	۲۰۰۳
24	انوار رحمت	ناز رانی بنوری	۲۰۰۳
25	انوارِ مدینہ	تاج نوردریا	۲۰۰۴
26	شمع ہدیٰ	حافظ کرناٹکی	۲۰۰۵
27	نور ہدایت	بشیر بیجاپوری	۲۰۰۵
28	سرحد یقیں کی	ریاض احمد خمار	۲۰۰۶
29	نغمۂ رحمت	ناز رانی بنوری	۲۰۰۶
30	تجلیات حرمین	تاج نوردریا	۲۰۰۷
31	فردوس سخن	سید شاہ قاسم القادری	۲۰۰۷
32	ازہار مدینہ	سید محمد محی الدین قیس	۲۰۰۸
33	نورِ وحدت	حافظ کرناٹکی	۲۰۰۸

34	باب جبرئیل	صغریٰ عالم	۲۰۰۹
35	مہبط انوار	ڈاکٹر راہی فدائی	۲۰۰۹
36	انوارِ حرم	تاج نوردریا	۲۰۰۹
38	ابررحمت	ڈاکٹر وحید انجم	۲۰۱۰
39	فانوسِ حرم	حافظ کرناٹکی	۲۰۱۰
40	پہلی ضیا	صبیح حیدر	۲۰۱۰
41	گلزار نعت	غلام ربانی فدا	۲۰۱۰
42	سنگ در	کلیم رضا نوری چشتی	۲۰۱۰
43	یا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	غلام ربانی فدا	۲۰۱۱
44	مہکِ ریاضِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	ڈاکٹر ریاض احمد ریاض	۲۰۱۱
45	صحرائے مدینہ	غلام ربانی فدا	۲۰۱۱
46	ورفعنا لک ذکرک	جوہر صدیقی	۲۰۱۱
47	نشاط نور	عبدالستار خاطر	۲۰۱۱
48	مراۃ	چندا حسینی	۲۰۱۲
49	گلشن مدینہ	غلام ربانی فدا	۲۰۱۲
50	بیابانِ مدینہ	غلام ربانی فدا	۲۰۱۲
51	جہاں محمد وہاں خدا ہے	جیلانی شاہد	۲۰۱۳
52	تجلیات مدنی	سورج کرناٹکی	۲۰۱۳
53	اذکارِ مبین	مبین منور	۲۰۱۳
54	یا نبی یا نبی یا نبی	غلام ربانی فدا	۲۰۱۴

55	انوارِ مصطفیٰ	تاجؔ نور دریا	۲۰۱۴
56	ناعت ومنعوت	ڈاکٹر راہی فدائیؔ	۲۰۱۴
57	آبشار رحمت	سید عبدالوہاب جامیؔ	۲۰۱۴
58	انوار رحمت	جیلان بادشاہ جیلانؔ	۲۰۱۴
59	درود اصفیہ	حبیب اللہ ساغرؔ مظہری	۲۰۱۵

انتخابات

جلوۂ رحمت: (کوثری جعفری، ۲۰۰۲)

،گلستان رحمت،؛ (عثمان شاہد،)

اکرام،

مدنی رنگ (امتیاز اشرفی)

نور (ضلع بیدر کے نعت گو شعرا)

گلستاں

نعت جہان (سیدہ نور فاطمہ 2014)

(اس کے علاوہ بھی دیگر انتخابات ہو سکتے ہیں)

نثری کتب:

آدابِ نعت گوئی 2013 (غلام ربانی فداؔ)

کرناٹک میں نعت گوئی (جہان نعت کا خصوصی شمارہ)

گل وبرگ (ڈاکٹر غضنفر) ۲۰۱۴۔

کرناٹک میں نعتیہ شاعری (غلام ربانی فداؔ)

اس فہرست پر غور کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ کرناٹک میں ادبِ نعت کی طرف شعرا کا رجحان کم رہا اور نعتیہ مشاعروں تک محدود رہے۔ سن 2000 کے بعد کئی نعتیہ مجموعے منظر عام پر آئے۔ نعتیہ مشاعروں کا انعقاد بھی زیادہ تعداد میں ہونے لگا۔

کرناٹک میں اولیاتِ ادبِ نعت مابعد آزادی

نام کتاب	مرتب/مصنف	صنف	سالِ اشاعت
یا یھا لنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	خانصاحب سلیم	نعت (پابند)	1957
نور وظہور	اکمل آلدوری	نعت (رباعیات)	1979
حرفِ تمام	منیر احمد جامی	حمد	1983
ردائے رحمت	ایس ایم عقیل	نعت (آزاد نظمیہ)	2003
اردو میں حمد	مصنفہ ڈاکٹر سلیمی کولور	حمد (نثر)	2010
جہان نعت	غلام ربانی فدا	مجلہ	2010
آدابِ نعت گوئی	غلام ربانی فدا	نثر	2011
انوارِ مدینہ	تاج نور دریا	نعتیہ دیوان	2015

ابتدائیہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت اور عقیدت ہر مومن پر فرض ہے اور اس محبت اور عقیدت کے اظہار کے لئے نثر و نظم میں بے شمار طریقے و سلیقے موجود ہیں جن سے نت نئے چراغ روشن کیے جاسکتے ہیں یہ صاحبانِ فکر و دانش پر منحصر ہے کہ وہ کس طرح خاموش و مقدس جذبوں کو قوت گویائی عطا کرتے ہیں اور اظہار کے لئے کونسے طریقے اپناتے ہیں نعت کہنا ایک بابرکت و مقدس عمل ہے نعت کی اشاعت، ترویج، تنقید، تفہیم، تقریظ وغیرہ حصول برکت کے ذریعے ہیں۔ان کی قسمت پر جلوہ نشینِ سدرۃ المنتہٰی صدقے وہ جو ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کرتے ہیں اور نعت کو آخری سانس تک نبھاتے ہیں اور ذکرِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روحانی غذا پاتے ہیں۔اور اس کے صلے کی خواہش ہوتی ہے نہ ہی داد و ستائش کی کوئی تمنا۔مال و دولت ملنے کے بجائے خرچ کرنا پڑے۔پھر بھی ان کی ایک ہی خواہش ہوتی ہے، یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ پہ سب قربان ہے۔انہیں شہرت کی پرواہ نہیں ہوتی بس وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محبت و الفت کے گلہائے رنگ رنگ چنتے رہتے ہیں۔۔ان کی خوشبو سے خود اور دوسروں کو معطر کرتے رہتے ہیں۔۔ایسے خوش بختوں سے کرناٹک کی سرزمین کبھی بھی خالی نہیں رہی۔ہر دور و ہر عصر میں عشاقان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے محبت و عقیدت کے گل بوٹے کھلائے ہیں۔مگر یہ بھی ایک زندہ حقیقت ہے جس کے ذکر کو ربِ کریم نے بلند فرمایا ہو۔ایک سیہ کار کتنا ذکر کرسکتا ہے؟۔

'ورفعنالک ذکرک' کہہ کر رب نے ان کے ذکر کو وہ رفعت و برتری عطا فرمائی کہ نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہنے والے ابدی و سرمدی حیات حاصل ہوجاتی ہے۔ان خوش نصیبوں میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے لے کر رضاؔ بریلوی، سیدؔ کچھوچھوی، اخترؔ کچھوچھوی، فیاض بلگوڈی وغیرہ شامل ہیں

موضوع وتنقید نعت

نعت کا موضوع ظاہر میں بڑا آسان، عام فہم اور سادہ لگتا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ یہاں رتی بھر کوتاہی اور غفلت کی گنجائش نہیں۔ذراسی لغزش نعت گو کے سارے اعمال اکارت اور ضلالت وگمراہی کے عمیق گڑھے کے سبب بن سکتی ہے۔ دنیا وآخرت میں ذلت ورسوائی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔مشہور شاعر عرفیؔ جب گلستانِ نعت میں آتا ہے تو کانپ اٹھتا ہے اس کے نزدیک نعت گوئی تلوار کی دھار پر چلنے سے مشکل معلوم ہوتی ہے:

عرفی مشتاب این رہِ نعت است نہ صحراست
آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را

مولانا احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ کے نزدیک نعت گوئی انتہائی مشکل کام ہے۔گویا تلوار کی دھار پر چلنا ہے ذرا سا آگے بڑھے تو الوہیت کی حدود میں داخل ہو گئے اور ذرہ برابر بھی کمی کی تو مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ بابرکت میں تنقیص کا باعث بنے گی۔یہ یقینی بات ہے کہ نعت گوئی جہاں سعادت ہے وہیں اس کی ہر جانب آداب کے پہرے نہایت ہی سخت ہیں۔مجید امجدؔ کے خیال میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں ذراسی لغزش نعت کو حدودکفر میں داخل کرسکتی ہے۔ذراسی کوتاہی مدح کو قدح میں بدل سکتی ہے۔ذراسا شاعرانہ غلو ضلالت کے زمرے میں آسکتا ہے اور ذراسا عجز بیان اہانت کا باعث بن سکتا ہے۔

قرآن کریم نقش نعت ہے۔جس میں نعت کے اصول وضوابط اور طریق کار کی

نشاندہی کی گئی ہے۔اور یہ بتایا گیا ہے کہ نعت گوئی کے بنیاد کیا ہے اور لوازمات کیا ہونے چاہئے۔زبان و بیان کیسا اختیار کرنا چاہئے۔اسی کی بنا پر صحابہ کرام نعت کہتے رہے۔ حضور سرورِ دو عالم ﷺ گو کہ شاعر نہیں تھے لیکن اعلیٰ درجہ کا ذوقِ شعر رکھتے تھے۔رجزیہ اشعار پڑھنا آپ ﷺ سے ثابت ہے۔اور اسی سبب آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں حضرت حسان کے لئے منبر بچھوائے اور نعتیہ اشعار سماعت فرمائے۔اور انہیں دعاؤں سے نوازا آپ ﷺ نے بہ فرمائش صحابہ کرام سے اشعار سماعت فرمائے۔آپ ﷺ نے فرمایا ''شعر میں حکمت و دانائی بھی ہوتی ہے''۔ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا۔''کلمۂ حکمت تو مومن کی متاعِ گمشدہ ہے۔

خوبی اور خامی جس جگہ جس مقدار میں پائی جائیں، ہمیں اُن کا منصفانہ اعتراف کرنا چاہیے۔ یہ ہمارے یقین کا حصہ ہونا چاہیے کہ اِس عالم رنگ و بو میں کوئی بھی چیز کلیتاً بُری نہیں۔ ہر چیز کی تخلیق میں رب کائنات کی بے شمار حکمتیں ہیں اور ہر انسان کے اندر کچھ نہ کچھ کمالات اور خوبیاں ہیں۔دیگر مذاہب و مسالک کے ماننے والوں میں بھی کچھ ایسی خوبیاں ہوسکتی ہیں جس کے حقیقتاً ہم مستحق ہیں۔حدیثِ حکمتِ ضالہ اِس پر روشنی ڈالتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو اللہ رب العزت سے طلب کیا تو یقینا آپ ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کی بعض خوبیوں سے متاثر ہوئے، وہ آپ کو پسند آئیں حالاں کہ عمر اُس وقت حالتِ کفر میں تھے۔صلح حدیبیہ کے موقع پر سہیل نامی کافر بحیثیت وکیل آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب معاملہ سہل ہوگیا۔ہجرت الی المدینہ کے موقع پر آپ نے ایک کافر کو دلیل الطریق کے طور پر اختیار کیا، یہ اُس کی خوبی کا اعتراف تھا۔حضور ﷺ نے معروف جاہلی شاعر امراء القیس کے اشعار کو بہ اعتبار موضوع ناپسندیدہ قرار دیا اور فرمایا حامل لوائھم الی النار۔لیکن اس کی شاعرانہ عظمت کو

''اشعر الشعراء العرب'' کا خطاب دے کر اس کے کمالات شعری کا اعتراف فرمایا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفہیم شعری بھی اعلیٰ ذوق کی مظہر تھی۔اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مشہور جاہلی شاعر عشرہ بن شداد کا شعر پڑھا گیا تو آپ نے اس سے ملنے اور دیکھنے کا اشتیاق ظاہر فرمایا۔ان دونوں واقعات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کسی کی فنی عظمت کے اعتراف میں تنگ نظری وتنگ دلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔

مقصد یہ ہے کہ کسی کی کل ذات وصفات کی نفی نہ کی جائے۔ یہ جہاں فی نفسہٖ ناانصافی کی بات ہے وہیں اس کا تبلیغی نقطۂ نظر سے نقصان دہ پہلو یہ ہے کہ حریف کی خامیوں کے ساتھ خوبیوں کو بھی رد کر دینے سے خامیوں کے ساتھ خوبیاں مل کر ہماری حریف بن جاتی ہیں اور شخصِ مخالف مزید طاقت میں آجاتا ہے۔اُس وقت ہمیں اُس کی خامیوں اور خوبیوں دونوں کو رد کرنا پڑتا ہے جس کے لیے دوہری طاقت صرف کرنی پڑتی ہے۔خوبیوں کا اعتراف کرلیا جائے تو صرف خامیاں حریف رہیں گی اور اکیلے کمزور ثابت ہوں گی۔مقصد بھی یہی ہے کہ لوگوں کی صرف خامیوں اور کمزوریوں کو دور کیا جائے۔

مگر فی الحال ہندوستان میں اعتراف خدمات کا پیمانہ فکری انتہا پسندی پر مشتمل ہے۔جب کسی کی حمایت کرتے ہیں تو اس کی تمام خامیوں کو صرف اور صرف نظرانداز نہیں کرتے بلکہ اس کو صحیح ٹھہرانے کے لئے بیجا تاویلیں بھی پیش کرتے ہیں اور اگر کسی سے عداوت ومخالفت کرتے ہیں تو اس کی ساری خوبیوں کو نظرانداز کر کے اس کی خامیوں کی اشاعت واظہار یہ مقصد حیات بنا لیتے ہیں۔ہندو پاک میں جو حمایت ومخالفت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ جو یقیناً تشدد کی علامت ہے اور یہ تصلب فی الدین نہیں ہوسکتا۔ اور انداز فکر غیر اسلامی وغیر علمی ہے۔ہمیں اس بات کو ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ علم وفن اور خدمات اعتراف ایک الگ چیز ہے اور ایمان وعقیدے اور عمل کا احتساب ایک الگ چیز ہے۔

عمومی طور پر جن شعرا نے نعت گوئی کا فریضہ انجام دیا ہے اور فکر پاروں سے ادبی

دنیا کو مالا مال کر کے جو غیر معمولی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں ان کا وسعت قلبی کے ساتھ اعتراف کرنا چاہئے۔ نیز جب بات عقیدہ ومسلک کی ہو تو ہمارا مطمحِ نظر اور مؤقف وہی ہونا چاہئے جو برصغیر کے جمہور علماء کا ہے۔ کچھ لوگ شعوری طور پر نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک مسلک ومکتبِ فکر تک مقید ومحدود رکھنا چاہتے ہیں۔ اور غیر ضروری مباحث وتکرار سے اپنے خیالات کو محققین ناقدین کے سر تھوپنا چاہتے ہیں۔

ادارہ جہانِ نعت کا مقصد ادب نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فروغ اور اسلوب وآداب نعت کا تعین ہے۔ اسی بنا پر ہم ہر ایک نعت گو اور نعت خوانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سینے سے لگاتے ہیں۔ چہ جائے کہ کوئی شاعر زندگی بھر صرف اور صرف ایک ہی شعر نعت کیوں نہ لکھا ہو۔ ہم اس شرعی حکم سے بھی واقف ہیں کہ قبولیت عبادت صرف اور صرف بنائے ایمان وعقیدہ پر ہے۔

'نعت کہیے! بڑے شوق سے کہتے رہیے۔ مگر خدارا ادب واحترام سے منہ نہ موڑیے کہ ادھر تو غزلیہ مشاعرے میں اپنی تازہ ترین غزل پر واہ واہ کرالی اور اُس سے ملتے جلتے اشعار لکھ کر نعت کی سرخی جما کر داد سمیٹنے کے لیے نعتیہ تقاریب میں بھی چلے آئے۔ آپ غزل بے شک لکھیے، کیوں کہ اکثر اچھے غزل گو شعرا نے ہی میدانِ نعت میں حسنِ تغزل کے گلاب بکھیرے ہیں۔ مگر یہ ملحوظِ خاطر رہے کہ غزل کے حسنِ تغزل اور نعت کے حسنِ تغزل میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ایک طرف بوالہوسی ہے تو دوسری طرف عشقِ رسول، ایک طرف محبوبِ مجازی کے خدوخال ہیں تو دوسری طرف صاحبِ قران کے دل آویز خطوطِ سیرت و صورت۔ ایک طرف ادبی تقاضے کا اظہار ہے تو دوسری طرف عاجزی وانکساری، ایک طرف پُر شکوہ الفاظ کی بھرمار ہے تو دوسری طرف محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیات تازہ پانے والے مہک بار اور مقدس تصورات کی لطافت انگیزی۔ ایسے عالم میں نعت گو شاعر ذرا بھی احتیاط سے کام لے تو نعت میں بھی حسنِ تغزل کی ضوباری دکھا سکتا ہے۔ مگر یہ کمالِ تغزل ایسا لطافت آفریں ہوگا کہ پڑھنے والوں کی آنکھیں بے اختیار اشکوں سے وضو کرنے لگیں گی۔

ایک صاحبِ فکر نے اس حوالے سے کیا خوب کہا ہے:

نعتِ نبی جو کہتا ہے! اے شاعرو تمھیں
سمجھو کہ ہے گزرنا تمھیں پلِ صراط سے
آنکھیں بھی باوضو ہوں دلوں میں بھی سوز ہو
اک حرف بھی کہو تو کہو احتیاط سے

نعت جیسی پاکیزہ صنفِ سخن میں روایتی غزل کے لیے مستعمل شدہ غزلیہ مضامین عامیانہ سطح کی تراکیب اور معمولی نوعیت کی تشبیہات اور استعارات سے حتیٰ المقدور دامن بچایا جائے۔غزل میں تو شاعر نے اپنے ممدوح کو ہر لحاظ سے ہمہ خوبی دکھانا ہوتا ہے۔اس لیے وہ دُور از کار تشبیہات کا سہارا بھی لیتا ہے کہ اس کا محبوب دوسرے شعرا کے محبوبوں سے زیادہ دل آویز، حسین و جمیل نظر آئے۔اپنی بلند پردازی کے لیے وہ کسی اُصول و ضابطے کا پابند نہیں ہوتا بلکہ اس کی جملہ ادبی و شعری توانائیاں اپنے محبوب کو ہر لحاظ سے شانِ محبوبی دکھانے کے لیے صرف ہوتی ہیں۔۔۔مگر نعت میں معاملہ برعکس ہے۔ یہاں تو اُس کی توصیف ہو رہی ہے جسے اُس کے خالق نے پہلے ہی سے ہمہ صفت موصوف بنایا ہے۔جس میں کسی کمی یا خامی کا وجود تو کجا شائبہ تک نہیں ہے۔تصور یہ ہونا چاہیے کہ ہم ایسے ہمہ صفت محبوبِ خدا کی توصیف کر کے اپنے ادبی کمالات کے ظہور میں ایک دوسرے پر بازی نہیں لے جا رہے بلکہ ہم تو اس ہمہ صفت موصوف کی ثنا گوئی کر کے اپنی عاقبت سنوار رہے ہیں۔ ورنہ جنابِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور خدائے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہماری توصیف اور حمد و نعت کے محتاج نہیں۔البتہ ہماری تمام تر نام وری (اگر میسر ہے تو) احترام بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی میں مضمر ہے اس لیے عامیانہ قسم کی تشبیہات اور استعارات سے گریز کر کے مقاماتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سربلندی کو وظیفۂ حیات بنا کر ہی نعت کے قافلے میں صدی خراقی کا فریضہ ادا کیا جا سکتا ہے۔(جہانِ نعت شمارہ ۱)

آدابِ نعت گوئی

جہاں تک نعت گوئی کے آداب کا مرحلہ ہے تو اس حوالے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نعت گوئی جس قدر والہانہ عقیدت ومحبت کا تقاضا ومطالبہ کرتی ہے اسی قدر ادب واحترام کا بھی۔

''با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار''

نعت گوئی کے لیے جہاں سوز وگداز، عشق اور سرشاری و دیوانگی اور حد درجہ احتیاط اور حدودِ شریعت کی پاسداری بھی دونوں لازم وملزوم ہیں۔

ادب گاہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و با یزید ایں جا

میرے نزدیک نعت گوئی کا سب سے بڑا اور اہم تقاضا وہ تعظیم وتکریم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ادب واحترام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کے لئے قرآن حکیم نے ان الفاظ میں تاکید کی ہے:

''لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی''

اپنی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔(الحجرات:۴۹)

اس سلسلے میں صحابہ کرام ؓ کا یہ قول بھی نظر میں ہو کہ ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ایسے بیٹھتے تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (کہ سر اٹھانے سے

پرندے اڑ جائیں اور یہ بارگاہِ رسالت میں بے ادبی کا سبب بنے۔)

بارگاہ رسالت کا ادب واحترام ہمارے ایمان کی روح ہے لہٰذا ضروری ہے کہ نعت گوئی اور اس کی پیشکش میں ادب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل طور پر ملحوظ رکھا جائے کیونکہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب واحترام میں ذرا سی بے توجہی و بے احتیاطی نعت گو کے ایمان واعمال کو ضائع کرنے میں لمحہ بھر کا انتظار نہیں کرے گی۔

احترام و تعظیمِ رسالت ہی سے تعلق رکھنے والا ایک اور نازک مرحلہ جو نعت گو سے نہایت ہی ادب و احتیاط کا مطالبہ کرتا ہے وہ لفظوں کا انتخاب اور چناؤ ہے۔ صحابہ کرام ؓ کو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ اور رعایت حاصل کرنے کے لیے ''راعِ۔ن۔ا'' کا لفظ کہا کرتے تھے جبکہ منافقین اور یہودی اس لفظ کے ذریعہ نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ''رعونت'' سے برتا کرتے لیکن وہ اسے بولتے اس طرح جس سے یہ شبہ جنم لیتا کہ وہ ''راعنا'' کہتے ہیں جس کے معنی ہیں 'ہماری رعایت فرمایئے' لیکن رب تبارک وتعالی تو عالم الغیب والشہادہ ہے دلوں میں پلنے والے وسوسے اور خطرات سے بھی واقف ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے حکم فرمایا:

یا ایها الذین آمنوا لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا واسمعوا و للكافرين عذاب اليم

''یعنی اے اہل ایمان گفتگو کے وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے 'راعنا' نہ کہا کرو، 'انظرنا' کہا کرو۔ اور خوب سن رکھو، اور کافروں کے لیے دکھ دینے والا عذاب ہے۔ (بقرہ: ۱۰۴)

نعت گوئی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کی روایت ابتدا ہی سے موجود ہے۔ چنانچہ امام زین العابدین علیہ السلام کی مشہور عالم نعت کا یہ شعر:

یا رحمة للعالمیں ادرک لزین العابد ین
محبوس ایدی الظالمیں فی الموکب والمزدحم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کی یہ روایت چودہ سو سال سے آج تک جاری و ساری ہے اس سلسلے میں بھی اس بات کا مکمل خیال رہے کہ کوئی ایسی الفاظ رسول کریم ﷺ کے لئے استعمال نہ کیے جائیں جس سے شانِ رسالت مآب میں گستاخی کا ذرہ برابر شائبہ بھی پیدا ہوتا ہو۔

''اس ضمن میں ایک تاریخی واقعے کا تذکرہ ایمان و یقین کے پودے کو مزید بہار آشنا بنانے کے لیے کافی ہے۔ اردو زبان کے معروف شاعر جناب اطہر ہاپوڑی نے ایک نعت لکھ کر امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ (المتوفی ۱۳۴۰ھ) کے پاس بغرضِ ملاحظہ ارسال کی، جس کا مطلع تھا ؎

کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے

امام احمد رضا خاں اس پر برافروختہ ہوئے اور فرمایا کہ مطلع کا مصرع ثانی منصبِ رسالت سے فروتر ہے۔ محبوبِ پروردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گنبدِ خضرا کو خیمۂ لیلیٰ سے تشبیہ دینا بے ادبی ہے اور مجنوں میاں بیچ میں کہاں سے آ گئے۔ یہ تو ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ ہے۔ ساتھ ہی قلم برداشتہ یوں اصلاح فرمائی ؎

کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرشِ معلیٰ کے سامنے

حضرت اطہر ہاپوڑی اس اصلاح پر اتنے خوش ہوئے کہ تمام زندگی اس پر ناز کرتے رہے۔ یہ اُن تمام شعرا کے لیے لمحۂ فکر یہ ہے جو تنقیصِ رسالت کے باب میں معمولی سی توجہ دلانے پر برافروختہ ہو جاتے ہیں اور توجہ دلانے والا اس خوف سے پیچھے ہٹ جاتا ہے کہ

انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

لیکن بات یہاں ان نازک آبگینوں کو ٹھیس لگنے کی نہیں ہے۔ یہاں تو ادب و احتیاط کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھنے پر خدائے کریم کی ناراضگی کا خوف ہونا چاہیے۔ دلوں کے

نازک آبگینوں کا کیا ہے، یہ تو شاعرانہ تعلّی کے نام پر صدیوں سے ٹھیس لگنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ یہ تو شعرا کا معمولِ حیات ہے۔ مگر نعت کے میدان میں اس معمولِ حیات کو ترک کر کے معمولی سی گستاخی سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔ (جہان نعت شمارہ 1)

آغاز نعت گوئی

سب سے پہلے جس نے نعت گوئی کی وہ رب کریم کی مقدس ذات ہے۔ جس نے اولین صحائف میں نبی رحمت ﷺ کی تعریف وتوصیف بیان فرمائی۔ جنت وعرش کے پرکیف مناظر کے ساتھ نبی رحمت ﷺ کا نام مبارک وتعریف رقم فرمائی۔ یوں تو سارا قرآن ہی نعت ہے۔

کسی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا حضور ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا۔ نبی ﷺ جو کرتے تھے وہی قرآن ہے۔ قرآن نعت مقدس کے اصول وضوابط مرتب کرتا ہے، قران مقدس کے چند آیات پیش ہیں۔

وَمَا اَرسَلنٰکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَاس

(اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔ سورہ سبا آیت 28)

اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم

(بے شک تمہاری خوٗ بوٗ بڑی شان کی ہے۔ سورہ قلم آیت 4)

مَا کَانَ مُحَمُّدُ' اَبَا اَحَدٍمِّنْ رِّجَالِکُم وَلٰکن رَّسولَ اللّٰہِ و خاتَمَ النبیین

(محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں! اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ سورہ احزاب آیت 40)

اِنَّا اعطینٰک الکوثر

(اے محبوب بیشک ہم نے تمھیں بیشمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ سورہ کوثر آیت 1)

لاترفعُوا اَصواتکُم فوقَ صوتِ النّبی

(اپنی آوازیں اونچی نہ کرواس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے۔ سورحجرات آیت 2)

قدجآء کُم مِنَ اللّٰہِ نورُ' وّ کِتابُ' مُّبین

(بے شک تمھارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ سورہ مائدہ آیت 15)

یا ایُّھا النّبیُ اِنّا اَرسلنٰک شاھِدًا وّ مُبشِّرًا وّ نذِیرًا

(بیشک ہم نے تمھیں بھیجا حاضرو ناظر اور خوشی اور ڈر سنا تا۔ سورہ فتح آیت 8)

وَرَفعَنا لکَ ذِکْرَک

(اور ہم نے تمھارے لیے تمھارا ذکر بلند کر دیا۔ سورہ انشراح آیت 4)

وَلو اَنّھُم اِذ ظَلَمُوا انفُسَھُم جَآءُ وُکَ فَاستَغفِرُ اللّٰہَ وَاستَغفَرَ لَھُمُ الرَّسُولُ لَوَ جَدُوا اللّٰہَ تَوّابًا رّحِیمًا

(اور وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں، تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ سورہ نسآء آیت 64)

وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوَیٰ اِن ھُوَ اِلّا وَحیُ' یُوحیٰ

(اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی ہے۔ سورہ نجم آیت 3/4)

وَمَا اَرسلنٰکَ اِلّا رَحمَۃَ لّلعالَمِین

(اور ہم نے تمھیں نہ بھیجا، مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔ سورہ انبیاء آیت 107)

عربی زبان کا ایک لفظ ''نعت'' جو تعریف و توصیف، ثنا و ستایش اور مدح کے معنی میں مستعمل رہا اور صدیوں کے سفر کے بعد وہ نبی کریم ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات کی تعریف و ستائش کے لیے مخصوص ہو گیا اب یہ تعریف چاہے نثر میں ہو یا نظم میں نعت ہی کہی جائے گی، اس بات میں کوئی دو رائے نہیں کہ آسمانی کتابوں، صحیفوں اور انبیاے سابقین کی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق بشارتوں اور پیشن گوئیوں کو نعت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

یوں تو نعت گوئی کی ابتدا عربی زبان میں ہوئی۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مبارک میں پہلا نعتیہ قصیدہ کہنے کی سعادت جناب ابو طالب کے حصے میں آئی۔حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے شاعر کہلائے۔اسلامی تاریخ میں تین صحابی نعت گو شعرا حضرت حسّان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہم کو ''شعرائے رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے۔ان حضرات صحابہ کے علاوہ دوسرے صحابۂ کرام نے بھی نعتیں لکھی ہیں۔زبان عربی میں حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ قصیدہ ''بُردہ شریف'' مشہور ومعروف ہے۔نعت گوئی اسلام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ ساری دنیا میں پھیلی۔جب ایران پر عربوں کا قبضہ ہوا تو نعتیہ شاعری فارسی زبان میں بھی کہی جانے لگی۔سنائیؔ نظامیؔ، خاقانیؔ، رومیؔ، جامیؔ، وغیرہ فارسی کے مشہور نعت گو شاعر ہیں امیر خسروؔ، عرفیؔ، قدسیؔ، امام احمد رضاؔ بریلوی، ڈاکٹر اقبالؔ، علی حسین اشرفیؔ، سیدؔ کچھوچھوی، فاضلؔ کچھوچھوی وغیرہ بھی اپنی فارسی شاعری کی وجہ سے مشہور ہیں۔

دورِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فاصلہ جوں جوں بڑھتے رہے، نعتیہ شاعری کا ویسے ویسے ترقی کی شاہراہیں طئے کرتی رہی اور مومنوں کے دلوں میں حرارتِ ایمانی اور جوشِ اسلام، اخلاق کردار میں مضبوطی کا سبب بنتی رہی۔ ہر دور ہر عصر ہر صدی نعت کی صدی رہی ہے۔ کوئی دن یا کوئی صدی ایسی نہیں گزری جو نعت کی نہ رہی ہو۔آج بھی بے شمار چیزیں نامعلوم کے پردوں میں ہیں۔ انشاءاللہ جب کوئی محقق ان تمام چیزوں کو پیش کرے گا حیرت سے ہماری آنکھیں واہو جائیں گی۔

زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعت گو شعرا

(صحابہ کرام کی تمام نعتیں المدیح النبوی صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ مولانا یٰسین اختر مصباحی سے ماخوذ ہیں)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م 13ھ)

جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب سفر اخروی کا اظہار فرمائے تب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رنج والم میں ڈوب کر یہ اشعار کہے:

لما رأیت نبینا متجندلا
ضاقت علیٰ برضھن الدور
فارتاع قلبی عند ذٰلک لھلکه
والعظم منی ماحییت کسیر
یالیتنی من قبل یھلک صاحبی
غیبت فی جدثٍ علیَّ صخور

ترجمہ:

(1) جب میں نے اپنے نبی کو وفات یافتہ دیکھا، تو مکانات اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئے۔
(2) اس وقت آپ کی وفات سے میرا دل لرز اٹھا اور زندگی بھر میری ہڈی شکستہ رہے گی۔
(3) کاش! میں اپنے آقا کے انتقال سے پہلے قبر میں دفن کر دیا گیا ہوتا اور مجھ پر پتھر ہوتے۔

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ (م 23ھ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قبول اسلام کے یہ نعتیہ کلام بارگاہ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش فرمایا:

الحمد لله ذى المن الذى وجبت
له علينا آبادما لها غير
وقد ظلمت ابنة لخطاب ثم هدى
ربى عشية قالوا صبا عمر
وقد ندمت علىٰ ماكان من زال
بظلمها حين تتلى عندها السور
لما دعت ربها ذالعرش جاهدة
والدمعى من عينها عجلان يبتدر
فقلت اشهد ان الله خالقنا
وان احمد فينا اليوم مشتهر
نبى صدق اتىٰ بالحجة من ثقه
وفى الامانة مافى وعده خور

ترجمہ :(1) تمام خوبیاں اس احسان والی ذات کے لیے ہیں، جس کی وجہ سے ہم کو وہ احسان ونعمت ملی جو دوسروں کے لیے نہیں ہے۔

(2) میں نے بنتِ خطاب (اپنی بہن) پر زیادتی کی پھر میرے رب نے اس شام کو مجھے ہدایت دی جب لوگوں نے کہا کہ عمر آبائی دین سے نکل گیا ہے۔

(3) جو لغزشیں واقع ہو چکی تھیں اس (بنتِ خطاب) پر بوقتِ تلاوت، ظلم کے باعث، اس پر مجھے ندامت ہوئی

(4) اور جب اس نے تکلیف سے عرش والے اپنے پروردگار کو پکارا، اور اس کی آنکھوں میں آنسو بڑی تیزی سے رواں ہوا۔

(5) تو میں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہمارا خالق ہے اور احمدِ مجتبیٰ آج ہمارے درمیان مشہور و متعارف ہیں۔

(6) کہ وہ سچے نبی ہیں جو مستند دلیل و برہان لائے، اور وہ امانت دار ہیں ان کے وعدے کمزور نہیں۔(2)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م 35ھ)

رسول عظیم الشان یتلو کتابه
له کل من یبغی التلاوة وامق

محب علیه کل یوم حلاوة
وان قال قولا فالذی قال صادق

ترجمہ :(1) وہ عظیم المرتبت رسول اپنی اس کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں جسے جو بھی پڑھنا چاہا اس کا عاشق ہو گیا۔

(2) وہ محبوب ہیں ان پر ہر روز حلاوت و تازگی ہے اور اگر کوئی بات کہیں تو یقیناً وہ سچی ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م 40ھ)

فامسیٰ رسول اللہ قد عز نصرہ
وکان رسول اللہ ارسل بالعدل
فجاء بفرقان من الہ منزل
مبینۃ آیاتہ لذوی العقل
فآمن اقوام بذالک ایقنوا
فامسوا بحمد اللہ مجتمعی الشمل
وانکر اقوام نزاغت قلوبھم
فزادھم ذولعرش خبلا علیٰ خبل

ترجمہ :(1)رسول اللہ کی تائید ونصرت زوردار ہوگئی، اورآپ عدل وانصاف کے ساتھ مبعوث کیے گئے تھے۔
(2)وہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ فرقانِ حمید لے کرآئے جس کی آیات اربابِ دانش کے لیے روشن و واضح ہیں۔
(3)تواس پر بہت سے لوگ ایمان لائے اوراس کا یقین کیا جس کی وجہ سے وہ بحمدہٖ تعالیٰ مربوط ومنظم ہوگئے۔
(4)اور کچھ لوگ اس سے منکر ہوئے توان کے دلوں میں کجی آگئی اور ربِ عرش نے بھی ان کی تباہیوں میں اضافہ کردیا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م 675ء)

نعتیہ شاعری کی تاریخ کا سنہرا باب حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکت ہے۔ یہ وہ مقدس وخوش قسمت صحابیِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہیں جن سے بہ نفسِ نفیس خودسرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نعتیہ اشعار سماعت فرمایا کرتے تھے۔ اوران ہی کے لیے اپنے مقدس ہاتھوں سے منبر سجایا کرتے تھے۔ نعت گوئی سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا رشتہ جسم و روح کا رشتہ ہے جس طرح روح کے بغیر جسم کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا ہے اسی طرح حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بغیر نعتیہ شاعری کا تصور محال ہے۔ کتب تاریخ وسیر میں آپ رضی اللہ عنہ کے کثرت سے نعتیہ اشعار ملتے ہیں جس کی تفصیل کے لیے یہاں گنجائش نہیں ہے :

اغر علیه للنبوۃ خاتم
من اللہ مشھود یلوح و یشھد
وضم الا لہ اسم النبی الی اسمہٗ
اذقال فی الخمس الموذن اشھد
وشق له من اسمه یجله
فذو العرش محمود و ھٰذا محمد
فامسنی سراجامنیرا و ھا دیا
یلوح کما لاح الصیقل المھند
واندرنا نارا و بشر جنة
وعلمنا الاسلام فاللہ نحمد

ترجمہ:(1) آپ پر مہرِ نبوت درخشاں ہے اللہ کی طرف سے وہ دلیل ہے، چمکتی ہے اور گواہی دیتی ہے۔

(2) اللہ نے اپنے نبی کا نام اپنے نام سے مربوط کردیا اس لیے موذن پانچوں وقت اذان میں اشھد کہتا ہے۔

(3) وہ ایک روشن چراغ، روشنی دینے والے اور ہادی بن کر آئے جن کی چمک ایسی ہے جیسے ہندی تلوار چمکتی ہے۔

(4) اللہ نے اپنے نام سے اپنے پیغمبر کا نام نکالا عرش والا (خدا) محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔

(5) ہمیں جہنم سے ڈرایا، جنت کی بشارت دی، اسلام سکھایا پس اللہ ہی ہے جس کی ہم حمد کرتے ہیں۔

اردو کے اولین نعت گوشعرا

اردوزبان کے اشاعت ونش ونما میں صوفیا کرام کا نمایاں حصہ رہاہے۔تبلیغ ورشدوہدایت کے لئے ان صوفیا نے اردوزبان ہی کووسیلۂ اظہار بنایا۔اردوصوفیاے دکن کے گود میں پل کرجواں ہوئی دہلی ولکھنو کے مدارس میں سج سنور کر اپنے حسن سے سارے عالم کومنور ومجلیٰ کیا۔

اردو میں نعت گوئی کے اوّلین شاعر کی حیثیت سے حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسودرآز (م825ھ) کا نام لیا جا تا ہے، جو اصوفی منش، درویش صفت اللہ کے مقبول ومحبوب بندے تھے، آپ حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی کے مرید اور خلیفہ تھے۔آپ کی پیدایش دہلی میں ہوئی وہاں سے ہجرت کر کے گلبرگہ دکن میں قیام فرمایے۔دکنی اردو کے سلسلے میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز کی خدمات بہت زیادہ ہیں۔آپ نے مریدین کی ہدایت کے لیے اپنے خیالات تحریر بھی کیے۔حضرت بندہ نواز گیسودراز کی کئی تصانیف قرار دی جاتی ہیں۔بعض محققین کو ان تصانیف کے بارے میں شک بھی ہے۔ابھی یہ بات

پوری طرح تحقیق نہیں ہوسکی ہے۔حضرت سے منسوب کتابوں میں معراج العاشقین، شکار نامہ، تمثیل نامہ، ہدایت نامہ، چکی نامہ، تلاوت الوجود اور خلاصۂ توحید مشہور ہیں۔خواجہ بندہ نواز کی تصنیف ''معراج العاشقین'' اردو کی پہلی دست یاب کتاب سمجھی جاتی ہے۔لہٰذا اردو میں نثر و نظم نگاری نیز اولین نعت گوئی کا سہرا بعض محققین ''معراج العاشقین'' کے سر ہی باندھتے ہیں۔۔ڈاکٹر ریاض مجیدؔ نے بھی اپنی کتاب ''اردو میں نعت گوئی'' میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز کو ہی اردو کا پہلا نعت گو شاعر تحریر کیا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین اشفاقؔ، ڈاکٹر شجاعت علیؔ سندیلوی، شفیقؔ بریلوی، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزیؔ، ڈاکٹر سراجؔ احمد بستوی، مولوی عبدالحق، ڈاکٹر زور، مولوی نصیر الدین ہاشمی، مولوی سخاوت مرزا اور ڈاکٹر جمال شریف نے خواجہ بندہ نواز کی شاعری کے نمونے پیش کرتے ہوئے اُن کو اردو کا پہلا شاعر تسلیم کیا ہے۔ان نمونوں میں حضرت کے نعتیہ اشعار بھی شامل ہیں۔ذیل میں حضرت بندہ نواز کی مختلف النوع منظومات سے صرف نعتیہ اشعار کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں:

اے محمد ہجلو جم جم جلوہ تیرا
ذات تجلی ہوے گی سیس سپور نہ تیرا
واحد اپی آپ تھا اپسیں آپ نجھایا
پرگٹ جلوے کار نے الف میم ہو آیا

(ڈاکٹر اسماعیل آزاد فتح پوری، اردو میں نعتیہ شاعری، جلد اوّل، ص ۱۲۶، ڈاکٹر ریاض مجید، اردو میں نعت، ص ۱۲۶، ڈاکٹر نسیم الدین فریس، دکنی ادب کے مطالعے کی جہتیں، ص ۹۵، مولوی عبدالحق، اردو ابتدائی نشوونما صوفیائے کرام کا کام، ص ۲۳ جمال شریف، دکن میں اردو شاعری ولیؔ سے پہلے، نظر ثانی، محمد علی اثر، ص ۶۸، راجا رشید محمود، اولیات نعت، مشمولہ ''سفیر نعت'' ۶، ص ۱۱۵)

مثلث:

او معشوق بے مثال ہے نور نبی نپایا
نورِ نبی رسول کا میرے جیو میں بھایا
اپس کوں اپیں دکھانے کیسی آرسی لایا

(جمال شریف۔ دکن میں اردو شاعری ولی سے پہلے۔نظر ثانی محمد علی اثر،ص ۶۴، راجا رشید محمود۔ اوّلیاتِ نعت، ''سفیرِ نعت''،۲،ص ۱۱۵،نسیم الدین فریس، دکنی ادب کے مطالعے کی جہتیں،ص ۹۳)

اس سلسلے میں ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی نے اپنی وقیع رائے کا اظہار اس طرح کیا ہے :

''اردو کی تصنیف و تالیف کے سلسلے میں سب سے پہلے شیخ گنج العلم (م 1394ء) کا نام لیا جاتا ہے جو دلّی سے دولت آباد آئے اور بیجا پور میں مقیم ہو گئے تھے دکنی اردو میں ان کے چند مختصر مذہبی رسالوں کا ذکر کیا جاتا ہے لیکن یہ رسائل اب تک نایاب ہیں تاہم اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ دکن میں نثر اردو کی سب سے پہلی کتاب خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی ''معراج العاشقین'' ہے۔آپ بھی دہلی سے حسن آباد (گلبرگہ) 1412ء میں آئے اور یہیں 1422ء میں آپ کا انتقال ہو گیا۔آپ عربی اور فارسی کے اعلا پایہ کے مصنف تھے معراج العاشقین کے علاوہ آپ نے اردو رسائل بھی لکھے ہیں۔آپ کے مقولے اور اشعار بھی دست یاب ہوئے ہیں جن سے آپ کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے ؎

اور معشوق بے مثال نور نبی نہ پایا
اور نور نبی رسول کا میرے جیو میں بھایا

ڈاکٹر جمیل جالبیؔ نے معراج العاشقین کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے معراج العاشقین کو حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کی تصنیف اور اردو کی پہلی کتاب ہونے کی تردید کی ہے اور اردو کی پہلی کتاب دکنی شاعر فخر دین نظامی کی ''مثنوی کدم راو پدم راو'' کو قرار دیا ہے۔جس پر مشہور ادیب و نقاد اور ماہر لسانیات ڈاکٹر مسعود حسین خان کو اختلاف ہے،

انہوں نے ''معراج العاشقین'' کا تحقیقی ولسانی جائزہ لیتے ہوئے اسے نویں صدی ہجری یعنی چودھویں صدی عیسویں کی تصنیف قرار دیا ہے اور اس کے ثبوت میں اس صدی میں مستعمل الفاظ کو پیش کرتے ہوئے ذیل خیال کا اظہار کیا ہے :

''اردو زبان کے ارتقا میں سب سے مستند نقش حضرت گیسو دراز کی معراج العاشقین ہے۔ جو 1412ء اور 1422ء کے درمیان کی تصنیف ہے۔ حضرت گیسودراز کی زبان پر دکنی کا اطلاق بہ مشکل ہوسکتا ہے۔ پندرہ سال کی عمر سے لے کر اسی سال کی عمر تک کا زمانہ انہوں نے دہلی میں بتایا تھا ان کے خاندان کا تعلق بھی دہلی سے تھا۔ ان کے والد شاہ راجو قتال، حضرت برہان الدین غریب کے ساتھ دکن گئے تھے اس وقت حضرت گیسودراز کی عمر پانچ سال تھی، ان واقعات کی سند پر ہم گیسودراز کی زبان سے متعلق یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ وہ چودھویں صدی عیسویں کی زبانِ دہلوی کی نشاندہی کرتی ہے۔ معراج العاشقین کے لسانی جائزے کا محصل یہ ہے۔

کاڑا (جوشاندہ) یز گن مائی، ہور (اور) یہ پنجابی اور کھڑی تک میں ملتا ہے، نک (ناک) بارا (ہوا) پیلانا (پلانا) لگ (تک) بُوی (بُو) سوں (سے) تے (سے) آپس کوں (اپنے کو) آپے (خود) کیا (جمع کی) انگے (آگے) دُسرا (دوسرا) تِسرا (تیسرا) اندھارا (اندھیرا) اُجیلا (اجالا) نئیں (نہیں) لک (لاکھ) میریاں (جمع میری) رَک (رکھ) اے (یہ) پَینے (پہنے) باج (بغیر) دِسنا (دکھائی دینا) بَیٹ (بیٹھ) ستی (سے) مَنا (منع) بوجے سولوگا (علما) پھنک (مطلق)۔''

آگے مزید لکھتے ہیں :

''معراج العاشقین کی زبان کا مقابلہ اسی دور کے دکنی شاعر نظامی کی زبان کی قدامت مسلم ہوجاتی ہے۔ نظامی کی زبان میں نہ صرف راجستھانی اور پنجابی کی اکثر شکلیں پائی جاتی ہیں بل کہ اس پر اُپ بھرنسی روایت کا ٹھپہ بھی صاف نظر

آ تا ہے۔اس بنا پر یہ قیاس بھی کرنا پڑتا ہے کہ دکن میں نواح دہلی کی ایک سے زائد زبانوں کے اثرات پہونچے ہیں ۔مرورِ ایّام سے پھر رفتہ رفتہ دکن کا اپنا محاورہ نکھرتا ہے جس کا بہترین نمونہ وجہی اور قلی قطب شاہ کی زبان میں ملتا ہے۔‘‘

اس کے علاوہ ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ دانا پوری فخر دین کی ’’مثنوی کدم راو پدم راو‘‘ کے بارے میں مشکوکیت کا اظہار کیا ہے۔اور اپنے شکوک وشبہات ان الفاظ میں منظرِ عام پر لائے ہیں :

’’دکن میں بہمنی دور کے شاعر فخر الدین نظامی کی مثنوی کدم راو پدم راو کا زمانۂ تصنیف 825ھ سے 838ھ تک قیاس کیا جاتا ہے اسے اردو کی ابتدائی اور قدیم تصنیف کہا گیا ہے مگر حقیقتاً اس کی زبان ٹھیٹھ قسم کی ہندی ہے، رسم خط اور اردو میں مروجہ ایک دو لفظ ملنے سے اس زبان کو مجھے اردو کہنے میں تامل ہے۔ نظامی نے فارسی مثنویوں کے تتبع میں اول حمد پھر نعتیہ اشعار سے اس مثنوی کی ابتدا کی ہے،نعت کا ایک قدرے صاف شعر ملاحظہ ہو ؎

امولک مکٹ سیس سنسار کا
کرے نام نردھار کرتار کا

حقیقت بہر کیف! جو بھی ہو چاہے اردو کی پہلی کتاب معراج العاشقین ہو یا مثنوی کدم راو پدم راو تحقیق کی روشنی میں یہی بات سامنے آتی ہے کہ ہندوستان میں اردو نعت گوئی کا آغاز نویں صدی ہجری ہی میں ہوا ہے۔

کرناٹک میں نعتیہ شاعری

پڑوسی ملک پاکستان میں نعتیہ شاعری کی خوشبوئیں روزبروز بیرون ممالک کومعطر کررہی ہیں۔اورنعت خوانی فن قرات کی طرح مقبول ہوتی جارہی ہے۔مرد شاعر ہوں کہ خواتین شاعرات سبھی اس میدان میں اپنے جوہر اورحضور ﷺ سے محبت کا پرخلوص اظہار(کرچکے اور) کررہے ہیں۔ان شعراءاورشاعرات میں چندنام یہ ہیں۔ صابرشاہ آبادی، رزاق اثرشاہ آبادی ، ڈاکٹر وحیدانجمؔ،ظہیررانی بنوریؔ، حافظ کرناٹکیؔ، ڈاکٹرداؤدمحسنؔ ، ڈاکٹرصغریٰ عالم، راج پریمیؔ ، کامل کلادگی ، غلام ربانی فداؔ، سلام نجمیؔ۔ سلیمان خمارؔ، ریاض احمدخمارؔ، منیراحمدجامیؔ، صابرفخرالدین، جیلانی شاہدؔ، وغیرہ وغیرہ ۔ کرناٹک کےنعت گوشعرااس میدان میں کیفیت اورکمیت ہردواعتبار سےآگےہیں۔

جب بات موضوعات اورطرزِ اظہار کی ہوگی کرناٹک کےنعت گوشعراپڑوسی ملک کےنعت گوشعراسےنصف صدی پیچھے ہیں۔کرناٹک کےاکثر صاحب مجموعہ نعت گوشعرامیں آداب نعت اورموضوعات کافقدان ہے۔ہم شعرائے کرناٹک کےصرف اورصرف ایک موضوع مدینہ سےدوری ومہجوری نظرآتاہے۔سیرتِ نبوی ﷺ کےدیگرپہلوپیش کرنے اوراس کے لئے الفاظ کے چناؤ میں ہم پیچھے ہیں۔واضح رہے کہ رسولِ کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرنے کے لئے ہمیں عمدہ عمدہ سے موضوع والفاظ کاانتخاب کرناچاہئے۔ کرناٹک میں غیرمسلم نعت گوشعرانےبھی اپنی ادبی حصہ نعتیہ ادب میں شامل کرنے کی ہرممکن کوشش کی ہے۔جن میں راج پریمی،کامل کلادگی،طلب راج سیٹھ وغیرہ نمایاں ہیں۔

کرناٹک کےاولین نعت گوشعرا کی ایک لمبی قطار ہے کچھ شعرا کامختصرتعارف اور نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

حضرت خواجہ بندہ نواز

یہ نعتیہ کلام معراج العاشقین سے ماخوذ ہے۔اس کے مصنف دکن کے مشہور صوفی بزرگ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز ہیں:

اے محمد ہجلو جم جم جلوہ تیرا
ذات تجلی ہو لگی سیس سپور نہ میرا
واحد اپنی آپ تھا اپیں آپ نجھایا
پرکٹ جلوے کارنے الف میم ہو آیا
عشقوں جلوہ دینے کر کاف نون بسایا
لولاک لماخلقت الافلاک خالق پالائے
فاضل افضل جتنے مرسل ساجد سجو ہو آئے
امت احمد بخشش ہدایت تشریف پائے
مخفی نانوں معشوق کہ ظاہر شہباز نکلائے
عشق کے جینی چندر بنداپنی آپ دکھائے
الان کماکان پھر آپس میں سمائے

فخر دین نظامی کی مثنوی 'کدم رواؤ پدم' سے

نہیں ایک سا چاگسا یس امر
سرے دوبے تین جگ توڑ آدکر
پتھایا امولک رتن نور دھر
کہ تے ویل بلگت کرن راج کر
امولک مکٹ سیس سنسار کا
کرے نام نردھار کرتار کا
محمد جرم آؤ بنیاد نور
دوئے جگ ترے دے پرساد نور
نہ آکاش دھرتی نہ دنیو نہ چند
نہ بھریا کچھوا دیتا نور سند
مثالا اسی کا نہ دیسے گھر
جلے جگ اس تھیں ایسے دیہہ دھیر
سیوا سیو تل کرے دن مان
یکس بت کھنڈانکس بت دان
پتھاون نبی ماں دھرے روم رے
پتھاون نبی بھینٹ کسری وکے
سنواریں رتن وان دے در سر
کھڑک مار بیری کرے ستھر
محمد بڑا راوت جگ تھا
کہ شجرا چرن رائے جگ مگ تھا

صنعتی بیجاپوری

صنعتیؔ عادل شاہی دور کے قادرالکلام شاعر تھے۔ انھیں اپنی زندگی ہی میں پُرگواور باکمال شاعر کا درجہ حاصل ہو چکا تھا۔ صنعتیؔ خصوصی طور پر مثنوی نگار شاعر ہوئے ہیں۔ لیکن قصائد اور غزلیات کے میدان میں بھی انھوں نے خوب طبع آزمائی کی ہے۔ ''قصہ بے نظیر'' صنعتی کا ناقابلِ فراموش ادبی کارنامہ ہے۔ چناں چہ مثنوی کے فارم میں تحریر نعتیہ کلام ملاحظہ ہو ؂

نبیِ کریم شفیعِ امین
رسولِ خدا رحمتِ عالمین
کہ جن سر پہ لولاک کا تاج ہے
سو اس کو عرش آپے محتاج ہے
ثنا جس کی بولیاں ہے سبحان نے
سو طٰہٰ و یٰسٓ و قرآن ہے
اَحد نے تجے نانوں احمد دیا
بجز میم بھی کچھ فرق نئیں کیا
چند مشغلہ دار ہو وقتِ شام
جمع کر ستارے کرے تجھ سلام

محمد نصرتی بیجاپوری

محمد نصرت نام، نصرتی تخلص، آباواجداد بیجاپور میں فوجی ملازم تھے۔ اس کا ذکر نصرتی نے خود اپنے ایک شعر کے ذریعہ کیا ہے۔

کہ تھا مجھ پدر سوں شجاعت مآب
قدیم یک سلح دار جمع رکاب

نصرتی کے والد کی نشست و برخاست معاشرے کے اعلا لوگوں میں تھی جس کے سبب نصرتی کی تعلیم و تربیت شاہی محل میں سلطان علی عادل شاہ کے ساتھ ہوئی تھی، چناں چہ عادل شاہ کے تخت نشین ہوتے ہی سلطان علی عادل شاہ نے نصرتی کو ملک الشعراء کے خطاب سے نوازا اور مزید یہ کہ جب عالم گیر نے بیجاپور کو فتح کیا تو انہوں نے بھی

نصرتی کو اسی خطاب سے نوازا۔

تحقیق سے دریافت ہوا ہے کہ نصرتی کی تصنیفات میں تین مثنویاں، ایک قصائد اور ایک غزلیات کا مجموعہ ملتا ہے۔ مثنویوں میں (1) علی نامہ (2) گلشن عشق (3) گلدستۂ عشق وغیرہ ہیں۔ ان کی تصنیفات میں شامل ایک نعتیہ قصیدہ بہ عنوان ''معراج نامہ'' بھی شامل ہے جو ایک سو اکیس اشعار پر مشتمل ہے۔ چناں چہ نمونۂ کلام پیشِ خدمت ہے ؎

رہے نامور سید المرسلیں
کہ آخر وے ہے شافع المذنبیں
ادا ہوئے نہ حمد احد کی بچن
نرا کے جلگ مدح احمد میں فن
عجب آفرینش کے دریا کا در
کہ جس نور تی بحر ہستی ہے پر
نول رُکھ پہ خلقت کے اے دل تو رتیج
وہی پھل ہے آخر جو اول ہے بیج
اٹھا تب تو موجود تمکین میں
جب آدم تھا ماء والطین میں
حبیبِ اَحد تونچہ اے مصطفٰے
ترا ناو لیتیچ ہوئے دل صفا
احد ہور احمد میں جگ کون عظیم
معمہ ہوئی گرچہ میانے کی میم

ولیؔ دکنی

محمد ولی اللہ نام، ولیؔ تخلص، والد کا نام محمد تھا جو گجرات کے مشہور و معروف بزرگ شیخ وجیہ الدین کے بھائی شاہ نصر اللہ کی آل میں سے تھے۔ ولیؔ کی ولادت 1079ھ مطابق 1668ء احمد آباد گجرات میں ہوئی اور تعلیم کا آغاز مدرسہ شیخ وجیہ الدین سے ہوا۔ سعد اللہ گلشنؔ دہلوی سے اصلاح لی۔ مطالعہ کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ غزل جو حدیثِ دل اور نغمۂ حُسن و عشق سے عبارت ہے وہ ولیؔ کے یہاں اپنی پوری سج دھج اور فنی رچاؤ کے ساتھ نظر آتی ہے۔ ولیؔ کی غزلوں میں حُسن و تازگی، رعنائی اور دل کشی ہے، وہ زندگی بھر محبت کے نغمے چھیڑتے رہے، محبوب کی دل فریب اداؤں کو مختلف انداز سے بیان کرتے رہے حُسن کے خد و خال اور اس کے رنگ و روپ اور عشق کی مختلف کیفیات اور واردات کو اپنی غزلوں میں سموتے رہے۔ ولیؔ حُسنِ مجازی اور حُسنِ حقیقی دونوں ہی کے پرستار تھے۔ دراصل حُسنِ مجازی ان کے لیے حُسنِ حقیقی تک پہنچنے کا ذریعہ تھا۔

عشق میں لازم ہے اول ذات کو فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے

یامحمد دوجہاں کی عید ہے تجھ یاد سوں
خلق کو لازم ہے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے
جس مکاں میں فکر روشن ہے تمہاری جلوہ گر
عقل اول آکے واں اقرار نادانی کرے
دیکھ طوبیٰ قدتری جنبش میں آوے شوق سوں
جب گلستان ارم کی تو خرامانی کرے
عارفاں بولیں گے جان ودل سے لاکھوں آفریں
جب ولی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے

سید محمد فراقیؔ

سید محمد فراقیؔ، ولیؔ کے ہم عصر اور بیجاپور کے رہنے والے تھے۔ اورنگ زیب کے فتح دکن کے بعد انھوں نے کچھ عرصہ تک اورنگ آباد میں قیام کیا اور بعد میں ویلور (ایلورہ) میں سکونت اختیار کی۔ فراقیؔ کی ایک ضخیم مذہبی مثنوی ''مراءۃ الحشر'' کے علاوہ چند غزلوں کا پتہ چلتا ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے ولیؔ کے ہمراہ دہلی کا سفر بھی کیا تھا۔ ان کی مثنوی میں نعتیہ اشعار ملتے ہیں جن سے عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوزِ والہانہ کا پتہ چلتا ہے

مدینے میں اگر پیدا ہوا ہوتا تو کیا ہوتا
محمد کی گلی بہتر فنا ہوتا تو کیا ہوتا
عبث خوباں کی گلیوں میں عمر تو صرف نہ کر اے دل
مدینے کی زیارت کوں گیا ہوتا تو کیا ہوتا
منھ اس مکتب مجازی میں جو عشق استادنا ہوتا
تو میرے دل کی کثرت کا سبق برباد نہ ہوتا
نظر ہے علم منطق ہور معانی میں فراقیؔ کوں
اگر علم حدیث مصطفیٰ ہوتا تو کیا ہوتا

کرناٹک میں نعتیہ شاعری کوسن 2000 کے بعد کافی مقبول ہوئی۔ ہر چھوٹا بڑا شاعر نعت کہتا ہے۔آیئے ہم کرناٹک کے ان شعرا سے ملیں جنہوں نے اس فن میں اپنے خون دل کو جلا کر ابدی واخروی سرمایہ چھوڑ گئے اور۔یقیناً یہی نعتیہ سرمایہ ان کی حیات لاحاصل کا حاصل ہے۔

خانصاحب سلیمؔ (م ۱۹۸۹ء)

جناب خانصاحب کا آبائی وطن رائچور تھا۔ان کے پرکھوں نے نقل مکانی کر کے شہر (لکشمیشور) کو اپنا مسکن بنایا اور آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی۔آپ نے کئی شہروں میں دینی خدمات انجام دی اور حضرت دودھ نانا اور حضرت خانصاحب منجھلاپور سے ہمیشہ ہی عقیدت مندر ہے۔شہر ہانگل میں شادی کی اور وہیں منتقل ہو گئے۔آپ کی زندگی نہایت ہی کسمپرسی اور غربت و بے سکونی میں بسر ہوئی۔خاندان حضرت ہاشم پیر بیجاپور سے گہری نسبت رکھتے تھے۔مختلف پیشے وتجارتیں کیں۔آخری عمر تک دین اسلام کی خدمت کرتے رہے۔مرحوم خانصاحب سلیم کا پہلا نعتیہ مجموعہ ''نذر طیبہ'' ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا۔ دوسرا مجموعہ ''یاایھا النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا۔آپ سلیمؔ تخلص رکھتے تھے۔اور سوائے نعت کے کچھ نہیں لکھا۔آپ کے دو مجموعہائے کلام شائع ہوئے۔جن میں سے کچھ اشعار نذر قارئین ہیں۔

جو زلف پیغمبر بکھر جائے گی
معطر دوعالم کو کر جائے گی
ہے ادھر خلد بریں تو ہے ادھر کوئے حبیب

الفتِ جنت ادہر ہے تو ادہر روئے حبیب
بتا روح جلدی کدہر جائے گی
ڈوبنے والی ہے کشتی بحرِ عصیاں میں
ناخدائی گر کریں تو آپ اس کی یا نبی
تو کشتی میری پار اتر جائے گی
ہے تمنا دل کی یارب میرا یثرب ہو وطن
آرزو ہرگز نہ جائے جان گر جائے بہ تن
نہ الفتِ شہِ بحروبر جائے گی
دل سے الفت میری جائے اس جہان کے پھول سے
شکل ان کی میں نہ دیکھوں آنکھ اٹھا کر بھول سے
جو رخسار شہ پر نظر جائے گی
ہند سے اس کو بلالو ہے سلیمؔ اپنا غلام
عرض یہ کہہ دینا میری اور پہنچانا سلام
مدینہ نسیم سحر جائے گی

سلیمؔ نے بھی نعتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھولوں کو خیال و فکر، عقیدت و محبت، عشق و شیفتگی اور ادب و احترام کے دل کش رنگوں سے مزین کرنے کے ساتھ ساتھ فنی و تیکنیکی محاسن سے آراستہ کرنے پر حتی المقدور توجہ دی ہے تاہم اس انتخاب نعت کا قاری اگر کہیں زبان و بیان، اسلوب اور فنی نکتہ نگاہ سے تشنگی یا عدم سیرابی محسوس کرتا ہے تو یہ سیرابی ممکن ہی نہیں کیونکہ "لفظوں کے مقدر میں کہاں اتنی رسائی" لفظ تو درماندہ و عاجز ہیں اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی اندازۂ حرف و خیال سے ماورا، البتہ بہتری کی گنجائش تو موجود رہتی ہے۔ یہ نعت ملاحظہ ہو۔

شوق یثرب میں دن رات روتا ہوا
اشک آنکھوں سے دامن بھگوتا ہوا

قافلے والو مجھے بھی لے کے چلناتم ضرور
چھوڑکر جانانہ ہرگز راہ میں منزل ہے
رہ نہ جاؤں غفلت میں سوتا ہوا
آپ کے دربار میں مجھ کو بلا لو یارسول
میری برلاؤ تمنا التجا کیجئے(پھول)
عمر کو یوں نہ رہ جاؤں کھوتا ہوا
حبیب خدا کملی والامحمد
شفیع جزا کملی والامحمد
وہ ختم رسل تاج کل انبیا ہے
ہے نور خدا کملی والامحمد
گنہگار امت کو بخشانے والا
شفیع الوریٰ کملی والامحمد
مکانوں میں جنت کے لے جانے والا
ہے مالک میرا کملی والامحمد

فیاض بلگوڈی

مولانا قاضی عبدالقادر فیاض بلگوڈی اپنے وقت کے معتبر عالم دین تھے۔آپ نے مذہبی کتب کی تصنیف فرمائے۔آپ حضرت شاہ جماعت سے شرف بیعت رکھتے تھے۔ اوردارالعلوم شاہ جماعت کے آر پورم ہاسن کے مہتمم بھی مقرر ہوئے۔تفصیلی تعارف تلاش و بسیار کے باوجود بھی حاصل نہ ہوسکا۔ناچیز اسی بہانے ہاسن وبلگوڈ کا سفر بھی کیا۔

م پ راہی فیاض بلگوڈی رقمطراز ہیں

آپ کا پورانام قاضی عبدالقادر تھا۔فیاض تلخص فرمایا۔جائے پیدائش کی نسبت سے فیاض بلگوڑی کے نام سے مشہور ہوئے اور'شاعر ملناڈ' کا خطاب پایا۔آپ اس ضلع کے سکلیشپور تعلقہ کے ایک چھوٹے سے قصبے بلگوڑ میں پیدا ہوئے۔شہر کی میونسپل ہائی اسکول میں عرصے تک اردو کے استاد کی حیثیت سے خدمت انجام دی اور یہاں سے سبکدوش ہوکر اپنے گاؤں لوٹ گئے اور باقی عمر اردو کی زلفیں سنوارنے میں گزاردی۔

آپ ایک کہنے مشق اور استاد شاعر تھے۔آپ نے کم وبیش تمام قدیم اصناف سخن

میں طبع آزمائی کی مگر نعت گوئی سے انہیں ایک خاص شغف رہا۔حضور ﷺ سے غیر معمولی عشق تھا۔حب رسول ﷺ ان کی رگ رگ میں بسا ہوا تھا۔انہوں نے عشق رسول ﷺ ہی کو زندگی کا حصول سمجھا لہٰذا آگے چل کر مستقل طور پر نعت گوئی ہی اپنا وظیفہ بنالیا۔

آپ نے حج بیت اللہ کے موقع پر مدینہ شریف میں بے شمار نعتیہ کلام تحریر فرمائے۔ فیاض بلگوڈی کرناٹک کے وہ خوش قسمت شاعر جنہیں مدینۃ الرسول ﷺ کے محافل میں اپنا کلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جنہیں بھارت اور پاکستان کے بیت سے حاجیوں نے انہیں سنا اور آپ کا کلام ٹیپ کر کے لے گیے۔قیام مدینہ کے دوران جو واقعات پیش آئے تھے انہیں اپنے اشعار میں مبہم انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہیں۔ اورشہر رسول ﷺ میں قطبِ مدینہ حضرت ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بابرکت حاصل رہی۔

دومرتبہ حج کی سعادت سے مشرف ہوئے۔آپ کو نعتوں اور سلاموں کا مجموعہ ''حرم کا تحفہ'' کے نام سے بہت پہلے ہی زیور طباعت سے آراستہ ہوکر ادبی حلقوں میں داد و تحسین حاصل کر چکا ہے۔آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ اس خطے اور اس ضلع کے پہلے صاحبِ مجموعہ شاعر تھے، جنہوں نے نعت گوئی کو محض ایک صنف کے نہیں بلکہ ایک فن کی حیثیت سے اختیار کیا تھا۔یہی بات ہے کہ ان کی نعتوں میں بلا کی سرشاری اور والہانہ پن پایا جاتا ہے۔مثال کے طور پر ان کے یہ نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

تو حسیں حسیں گلوں میں تو ہے نس بہ نس کلی میں
تو جمیل خلوتوں میں کہاں رونما نہیں ہے
سراسر ہو تیرے در پر میں اٹھوں وہاں سے مر کر
بجز اسکے زندگی کا کوئی مدعا نہیں ہے
محمد کے دامن میں دنیا بھی دیں بھی

محمد ہیں قندیل راہ یقیں بھی
زمیں آسماں اس کی عظمت کے قائل
محمد کے دربان روح امیں بھی
پلادے ساقیا بھر بھر کے پیمانہ محمد کا
زمانے بھر میں کہلاؤں میں مستانہ محمد کا

لڑکپن ہی سے انہیں نعت خوانی کا شوق رہا، ابتدا میں حضرت محسن کاکوروی، امیر مینائی، امجد حیدرآبادی زائرحرم حمید صدیقی اور ماہرالقادری کو بہت پڑھا ہے اور اس دور میں بارہ ربیع الاول کو انہیں نعت خوانی کی مجلسوں میں شریک ہونے اور اپنی لحنِ داؤدی سے محفلوں کو مسحور کرنے موقعہ ملتا رہا اور اسی زمانہ کی بات ہے کہ طبیعت شعر کہنے کی طرف مائل ہوئی۔

فیاض اس نصیب پہ رشک آئے پھر نہ کیوں
عشقِ رسول نے تجھے شاعر بنا دیا
عرب کو لے کر میں کیا کروں گا عدن کو لے کر میں کیا کروں گا
نہیں ہے خود رغبتِ چمن جب چمن کو لے کر میں کیا کروں گا
کمال جب ہے کلامِ فیاضؔ سے ہو بیدار روحِ ملت
مرے محبو کے خشک دادِ سخن کو لے کر میں کیا کروں گا

صابرشاہ آبادی

حضرت صابرشاہ آبادی کا نعتیہ سرمایہ کم مقبولیت زیادہ حاصل ہوئی ۔صابرشاہ آبادی کے دومجموعہائے کلام ''ضامنِ نجات'' اور ''تہذیب منورہ'' اور ''سلسلۂ انوار'' میں ۳۱ (31) نعتیں ہیں اور۔تینوں مجموعہائے کلام پرنظرڈالنے کے بعد ہر منصف مزاج محقق وناقد یہ کہہ کرقلم توڑ دے گا کہ صابرشاہ آبادی کا اصل میدان نعت نہیں مناقب رہاہے۔ واضح ہوکہ مناقب بھی تقدیسی شاعری کاایک جزو ہے۔صابرشاہ آبادی کااصل نام محمد حبیب اورتخلص صابرشاہ آبادی ہے۔وطن شاہ آباد ہےان کی پیدائش 1928ء ہے۔آپ ایک مذہبی ودینی گھرانے میں پیداہوئے اور ان کا خاندان ہمیشہ ہی سے سلسلۂ قادری سے وابستہ رہاہے۔صابرشاہ آبادی بزرگان دین سے محبت کے ساتھ ساتھ تصوف سے گہرارشتہ رکھتے تھے۔حضرت قدیر رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں بے انتہا انسیت تھی۔آپ ملک کے موقر رسائل

وجرائد میں شائع ہوتے رہے ۴۵ (45) سالہ ادبی خدمات کے بعد ۱۲ نومبر ۱۹۹۵ء کو خالق حقیقی سے جاملے۔ ٹی وی ریڈیو سے آپ کے کلام کا وقتاً فوقتاً نشر ہو چکے ہیں نیز آپ کو اعزازت بھی حاصل ہوئے۔

ضامن نجات سے ایک نعت ملاحظہ ہو

راہ محشر بھی ہے آسان رسول عربی
شرط ہے آپ کی پہچان رسول عربی
جو نہیں آپ پہ قربان رسول عربی
وہ بھی ہے کوئی مسلمان رسول عربی
ہے جنہیں آپ کا عرفان رسول عربی
ہیں وہ کنکر بھی مسلمان رسول عربی
آپ کی بات پہ سب غیب پہ ایماں لائے
آپ ہیں ضامنِ ایمان رسول عربی
نور، پردے میں رہے یار ہے بے پردہ مگر
اس کی فطرت میں ہے فیضان رسول عربی
آپ کی عظمت ورحمت ہے ازل سے جاری
بعد کی چیز ہے قرآن رسول عربی
آپ کی بات پہ کلمہ پڑھے کنکر ہوکر
ہم سے اچھے ہیں وہ بے جان رسول عربی
آپ کی شان میں اترا ہے بشکل قرآں
رب کا یہ نعتیہ دیوان رسول عربی
کیسے ہو صابر مفلس کا مدینہ آنا

آپ چاہیں تو ہے امکان رسول عربی

قدرت نے اظہار عشق رسول ﷺ کے لیے صابرؔ شاہ آبادی کو وہ سلیقہ ودیعت کیا ہے جو پاسِ ادب اور حسنِ طلب سے ایسا مزین ہے کہ وہ خموشی سے بھی زبان کا کام لینا چاہتے اور جانتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ اظہار عشق رسول ﷺ محتاج حروف وصوت ہے نہ سزاوارِ نطق وزباں۔ وہ خود سے مخاطب ہوتے ہیں شدت جذبات سے مخاطب ہوتے ہیں دیوانگی اور روارفتگی سے ہمکلام ہوتے ہیں اور کہتے ہیں:

عشق نبی بہ جذبۂ جنت فضول ہے
بے اجر بھی اطاعتِ نبوی قبول ہے
کعبہ میں اہلِ علم کے درجات جو بھی ہوں
طیبہ میں صرفِ عشقِ بلالی قبول ہے
جمال مصطفیٰ سے رابطہ پیہم کی مسرت
مدینے کی زمیں عرش بریں کو چھڑتی ہوگی
ہر نور کا آخر مرکز ہے اور عظمتِ مرکز ظاہر ہے
پھر گنبد خضرا سے بڑھ کر کعبے کا کہاں قبلہ ہوگا
معراج کی شب، دیدار کی شب ایک شوق ادھر اک شوق ادھر
جب چشم بہم اٹھی ہوں گی انوار کا عالم کیا ہوگا
طائف کی فضائیں دیکھی ہیں صابرؔ وہ مقامِ مصطفوی
ہر معجزہ جس پہ قرباں ہو وہ ظرفِ حمیدہ ہوگا

ان شعروں سے صابر صاحب نے مسلمانوں کو حب رسول ﷺ سکھایا ہے اور انہیں وفا کا مقام یاد دلایا ہے ان کی کمزوریوں کو دکھلایا ہے اور اصلاح کی جانب مائل ان کا سوز دروں ان کے ان اشعار سے عیاں ہے

دل گردشِ دوراں کا سبب پوچھ رہا ہے
سو بات کی اک بات کہ تو روٹھ گیا ہے
گو درد والم نے مجھے مجبور کیا ہے
ہے پھر بھی یہ امید کہ تو دیکھ رہا ہے
میخانۂ فردوس بھی محروم ہے اس سے
جو کیف مجے ربطِ محمد سے ملا ہے
نقل خلوص رہ گئی دورِ حساب میں
ذکرِ رسول ہے بھی تو فکر ثواب میں

اکمل آلدوری

اکمل آلدوری کا اصل نام محمد برہان عبدالغنی ہے۔آپ کرناٹک کے سرسبر وشاداب ضلع چک منگلور کے قصبہ آلدور میں ۲۳ ستمبر ۱۹۳۱ کو پیدا ہوئے،۔نانا مرحوم حسین علی نے تاریخی نام برہان الغنی رکھا۔سرکاردو عالم سے محبت اورنسبت کومستقلاً بحال رکھنے کے لئے پورا نام محمد برہان الغنی ہوا۔اکمل آلدوری کا گھرانہ مذہبی رہااوران کے والدِ گرامی محمد عثمان صاحب مرحوم کامیاب مدرس تھے۔ان کا خصوصی میدان مذاہب کا تقابلی مطالعہ تھا۔اقوامِ غیرکو دین حقہ مذہب اسلام کی دعوت وتبلیغ ان کا خاص وصف تھا۔ جناب اکمل کے ماموں حیدرآباد کے برماشیل کمپنی کے ملازم تھے۔اکمل صاحب نے ریاست میسور سے ریاست حیدرآبادکا سفر ان کے ساتھ ہی کئے اورحیدرآبادمیں کافی عرصہ رہے۔حیدرآباد کے دارالعلوم کالج گلزارہوز میں داخلہ لئے اوراس وقت صدر مدرس کے عہدہ پر ڈاکٹر سید قادر محی الدین زور تھے۔دارالعلوم کالج سے انٹرمیڈیٹ کئے اورعثمانیہ یونیورسٹی سے بھی کسب تعلیم کے بعد چک منگلوروا پس آ گئے۔حیدرآباد کی ادبی و مذہبی فضاؤں اور عالمی شہرت یافتہ رباعی گوشاعر قدرعریضی کی شاگردی نے مزیداوصاف پیدا کئے۔اکمل آلدوری گنا گوں شخصیت کے مالک ہیں۔ایک طرف کامیاب کاشتکار ہیں تودوسری طرف معروف سیاستداں بھی۔ایک طرف رباعی کے معتبر شاعر ہیں تو دوسری طرف ماہر معاشیات بھی۔اکمل آلدری کے سات مجموعہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔بقولِ شخص یہ ساتواں شعری مجموعہ آخری مجموعہ ہے۔

1) نور وظہور (نعتیہ رباعیات وقطعات) 1979

۲) سلگتے پھول (رباعیات) 1980

۳) ساغر اخلاص (غزلیات) 1995

۴) جادۂ اخلاص (رباعیات) 2006

۵) منزلِ اخلاص (رباعیات) 2006

۶) حروف دانش (ترجمہ منظوم) 2009

۷) شیرازۂ اخلاص (غزلیات) 2010

اکمل آلدوری کے رباعیات کا مجموعہ ''سلگتے پھول'' کا کنڑا میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

اکملؔ آلدوری بنیادی طور پر رباعی گو شاعر ہیں، اظہار عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انہوں نے رباعی، قطعات، غزل، نظم کی ہیئت میں بھی کہی ہیں۔ راحت عزمیؔ لکھتے ہیں

جناب اکمل آلدوری اسلامی سانچے میں ڈھلی ہوئی شخصیت کے مالک ہیں۔ وہ اسلامی دستور اور سنتِ نبوی کو ہر آن پیش نظر رکھتے ہیں، ان کے دل کا گداز، انسان دوستی، غریبوں سے ہمدردی جیسے اوصاف اسی ماحول کی دین ہے۔ سرکار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی گہری وابستگی سپردگی کی حدوں میں پہنچی ہوئی ہے۔ پروردگار عالم کے ذکر سے کوئی لمحہ خالی نہیں رہتا۔

تیرا ہی ذکر ہے تیرا کرم ہے اکمل پر
خیال دل میں فقط صبح و شام تیرا ہے
ذکر رسول پاک کی عظمت نہ پوچھئے
عشق نبی میں کیسی ہے لذت نہ پوچھئے
ہے ازل سے جبین کو نسبت

میرے آقا کے آستانے کی
دل میں حسرت ہے ایک ہی اکملؔ
جان و دل آپ پر لٹانے کی
آپ کی الفت کا نام ایمان ہے
مردِ مومن کی یہی پہچان ہے
یادِ حق ذکرِ نبی ہر آن ہے
اپنے جینے کا یہی سامان ہے

جناب اکمل کی آسرکارِ ختم المرتبت سے بھرپور عقیدت، عشق ومحبت کے شدید جذبات سیدھی سادی صاف ستھری زبان ستھری زبان میں ساری نعتوں میں پھیلے ہوئے ہیں، اسی طرح زندگی کے سارے مسئلوں پر سرکارصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درس، احکام اورہدایتیں بہ زبانِ شعران کے مذہبی کلام میں کھلے کھلے آسان لفظوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جناب اکمل نے تبلیغ کے اس پہلو کو خصوصیت سے پیش نظر رکھا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی آفاقیت کی اہمیت کو اکمل اپنے ذہن سے کبھی دور نہیں کرتے۔ وہ مختلف انداز سے زندگی کی مختلفنا گریز ذمہ داریوں سے اہل دنیا کو وقف کراتے رہتے ہیں ان اکرمکم کے ذریعے کس سلیقے سے خدمت خلق کی طرف متوجہ کیا ہے۔

تقویٰ کو کہا اس نے اکرام کا معیار
اونچا ہے وہ جس میں قناعت کے ہوں آچار
قربانی سے ایثار سے دنیا میں اسی نے
سکھلائی ہمیں خدمتِ خلق کے اطوار
کیا آئے گی بیان میں عظمت رسول کی
خلقت میں سب سے ارفع واعلیٰ حضور ہیں

ان کے بغیر بات ہی کیا کائنات کی
تخلیق کائنات کا منشا حضور ہیں
ان کی حیاتِ پاک کا ہر رخ ہے معجزہ
کس کی سمجھ میں آئے گا کیا کیا حضور ہیں
زمیں چاند سورج ہیں سب ان کے تابع
ثبوت اس کا ملتا ہے شق القمر سے
اکمل نبی ہیں مقصد تخلیق کائنات
مخلوق کیوں نہ شاہِ ہدیٰ سے جڑی رہے

رباعیات وقطعات:

یوسف کو نہ مل سکا جمالِ سرور
پایا نہ مسیح نے کمالِ سرور
صفت پہ فدا ہوا ہے صالح اپنی
اللہ رے حسنِ بے مثال سرور

یہ رباعی دیکھیں

ہے دید خدا کی دیدہ ور کی معراج
قوسین کا قرب ہے بشر کی معراج
ایمان ہے میرا اس پہ اے اہل نظر
ہے دید نبی میری نظر کی معراج

منیر احمد جامیؔ

جناب منیر احمد جامی کرناٹک کی ان ادبی شخصیات میں سے ہیں جنہیں کرناٹک ادبی تاریخ میں نمایاں مقام رکھتی ہیں۔ منیر احمد تخلص جامیؔ رکھتے ہیں۔ جامیؔ کی پیدائش ۵۔ مئی ۱۹۵۴ کو جناب ایم عبدالرحمٰن کے پیدا ہوئے۔ والد مرحوم ایم عبدالرحمٰن نے جامی کی پیدائش دینی و مذہبی ماحول میں کی۔ یہی وجہ ہے کہ جامیؔ میں تصوف کا گہرا رنگ پایا جاتا ہے۔ جامی کی زندگی نشیب وفراز سے ہمیشہ گزرتی رہی۔ جامیؔ نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور زندگی کے کئی رنگ دیکھے ہیں۔ جن میں خوشیوں کے ساتھ ساتھ غموں کو بھی بہت قریب سے دیکھا ہے مگر صوفیانہ صفت نے جامیؔ کو کبھی بھی ان غموں سے اداس اور مایوس نہیں کیا۔ دوستوں کی چالاکیاں اور حاسدین کے حسد نے انہیں مزید ترقیاں عطا کی ہیں۔ اگر ایک جملے میں جامیؔ کو کہا جائے تو یہ وہ ہوگا ” فارسی کے جامیؔ کے ثانی ہمارے منیر احمد جامیؔ ہیں۔ شہرت و خودنمائی سے دور سادگی مزاج وسادگی پسند ۔ یہی کیفیت

وخصوصیت انہیں معاصرین میں ممتاز کرتی ہے، خیر جامیؔ سے میرا ربط گہرا ہے۔ منیر احمد جامیؔ کی تمام خدمات کو احاطہ کرنے کے لئے مختصر سطریں کافی نہیں ہیں۔ انشاء اللہ کبھی جامیؔ مکمل ''فن اور شخصیت'' کے ساتھ آپ سے تعارف کرواتا ہوں۔ منیر احمد جامیؔ نے پی یوسی کی تکمیل کے بعد آل انڈیا ریڈیو بنگلور میں تقریباً 1973ء میں بحیثیت ناظم خدمات کا آغاز کیا۔ ہنوز برقرار ہے۔ 1978 میں حکومت سے ملنے کے بعد آپ نے ہورائیزن پرنٹنگ پریس کا آغاز کیا۔ ان کا پریس گورنمنٹ سے اپرول بھی کروایا۔ اردو کا یہ مجذوب منیر احمد جامیؔ بے شمار کتابوں کی چھپائی کی اور ان کے حوالے سے یہ مشہور رہا کہ ''اگر اردو اکاڈمی سے انعام پانا ہو تو جامیؔ کے پریس سے کتاب چھپاؤ'' اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جامیؔ کس دیانتداری اور ایمانداری سے یہ کام کرتے تھے۔ اکثر لوگوں کی کتابیں شائع کرنے کے بعد اپنا حقِ محنت بھی لینا نہیں چاہا۔ اس طرح خسارہ کے ساتھ اس پریس کو بند کرنا پڑا۔ 1983ء میں جب دوردرشن بنگلور کا قیام عمل میں آیا تو جامیؔ دوردرشن کے چندن چینل میں بحیثیت انٹرویور کے خدمات کا آغاز کیے اور سنکیڑوں لوگوں کے انٹرویو لیے اور لاتعداد ڈرامہ لکھے اور دوردرشن سے نشر بھی ہوئے۔ اور آج تک کتنوں پوشیدہ شاعروں کو ٹی وی اسکرین پر پیش کر چکے ہیں اور کریں گے انشاء اللہ۔

تصنیفات: ☆ سوانح حضرت سید فخر الدین، ☆ سوانح حضرت خواجہ بندہ نواز ☆ سوانح ٹیپو سلطان، ☆ سوانح حضرت توکل مستان ☆ اردو کے اصناف سخن ☆ اجالوں کا سفیر ☆ الجامعہ (تاریخ جمعہ مسجد بنگلور) ☆ قصیدہ بردہ شریف کا منظوم ترجمہ ☆ اختراع ☆ حرف ناتمام ☆ نقش لاثانی ☆ باران رحمت (کتابچہ سیریز پانچ حصے) ☆ ارتقاع ☆ اختراع ☆ اجتماع ☆ تذکرۃ الصالحین (آخر الذکر تینوں کتاب زیر طبع ہیں)

روزنامہ سیاست بنگلور کے ادبی ایڈیشن کے مدیر اور ماہنامہ طرز تحریر بنگلور کے

مدیراعلیٰ ہیں،

ایوارڈ واعزازات:

جشن جامیؔ (۲۰۱۴)

گورنر ایوارڈ (۲۰۱۳)

''اختراع'' اردو منچ کی جانب سے ایوارڈ اور ۲۵۰۰۰ نقد

کرناٹک اردو اکادمی کی جانب سے تین مجموعہائے کو اولین انعام

(یہ فہرست بہت طویل ہے۔اور تفصیل طلب ہے)

آڈیو کیسٹس:

مشہور زمانہ کنڑا فلم انڈسٹری کی کیسٹ کمپنی لہری کی جانب سے نشر کی گئی جامیؔ کی کیسٹس

۱) فضائل رمضان

۲) پہلا وہ گھر خدا کا

۳) ایمان کامل (اول)

۴) ایمان کامل (دوم)

۵) حسن عقیدت

۶) حسین ابن علی

اس کے علاوہ بھی ہیں،

اس مختصر تعارف کے بعد جامیؔ کی نعتیہ شاعری پر نظر ڈالتے ہیں:

نعت گوئی ایک نازک صنف سخن ہے۔ یہ فن شاعری کی پل صراط ہے۔ خدا اور بندے کا فرق اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ ہے۔ یہاں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ اردو کے

بعض شعرا اس پل صراط سے سلامتی کے ساتھ نہیں گذر سکے لیکن جناب اظہار اشرف صاحب نے ایسے موقع پر بہت ہی احتیاط سے کام لیتے ہوئے اپنے ایمان وعقیدے کی حفاظت کرتے ہوئے اس فن کا بہت ہی مہارت سے استعمال کیا ہے۔آپ الوہیت اور عبدیت کے فرق کو بخوبی سمجھتے اور جانتے ہیں اور رسالت مآب کی عظمت وجلات کا بھرپور شعور بھی رکھتے ہیں۔اس لئے آپ کی نعتوں میں کہیں کوئی بے راہ روی نہیں پائی جاتی۔ آپ نے نعت گوئی کو ایک منفرد لب ولہجہ دیا ہے۔وہ اشعار بھی جس میں براہِ راست نعتیہ مضامین نہیں آئے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات وصفات کی تجلی سے منور نظر آتے ہیں۔سادہ بیانی اور لب ولہجہ کی انفرادیت اس پر مستضاد ہیں

جامیؔ نعت گوئی میں کوئی بناوٹ وتصنع نہیں ہے۔لب ولہجہ بالکل صاف ستھرا، آسان اور عام فہم ہے۔الفاظ وجملوں کی ترکیب سے خلوص ومحبت ٹپکتی ہے نمونہ دیکھئے:

جمالِ دیدۂ بینا کا انتخاب ہیں آپ
خدا حجاب ہے آئینۂ حجاب ہیں آپ
مہ و نجوم کہاں اپنے آپ روشن ہیں
جو انبیا کا ہے مرکز وہ آفتاب ہیں آپ
نیا سراغ نئی جہت زندگی کو ملی
شعورِ ذات میں درپردہ انقلاب ہیں آپ
نگاہ شوق کہ رہتی ہے آپ پر مرکوز
زوال چھو نہ سکا جس کو وہ شباب ہیں آپ
نہ رکھی آپ نے کوئی بات بھی پوشیدہ
کہ پڑھ کے دیکھ لو جامیؔ کھلی کتاب ہیں آپ

جب ہم جامیؔ صاحب کا نعتیہ کلام دیکھتے ہیں تو یہ احساس ہوتا ہے کہ آپ کو رسالت

ماٰب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قلبی لگاؤ ہے، آپ کو شہر مدینہ سے اس طرح محبت وعقیدت ہے کہ اس کا اثر آپ کے اشعار میں بجا طور پر نمایاں ہے ایک نعت کے کچھ اشعار دیکھیں:

صحرا میں سنکتی ہیں گلستاں کی ہوائیں
ہے ابر کرم سایۂ دامانِ محمد
خوشبوؤں کی روشنی سے روح کا پیکر ڈھلے
پرتو انوارِ جنت کوچۂ سرکار ہے

جامی کی شاعری میں تنوع ہے۔ندرت ہے بانکپن ہے۔عشق کے گل بوٹے ہیں فکر کی توانائی ہیں۔جامی کا خیال اور عقیدہ ہے نظر و دل کی پاکیزگی کے لئے جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت ہے۔اور کہتے ہیں کہ میری نظر پاکیزہ ہوگئی ہے کیوں کہ تصور میں جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔جو بازارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بک جائے اسے دنیا کی ضرورت ہی کیا ہے:

نظر ہو جائے گی پاکیزہ جامی
تصور میں جمالِ مصطفیٰ ہے

میری فکر پریشاں ہے کن اشعار کا انتخاب کروں اور کس کا نہ کروں۔اگر ہم کرناٹک کے کسی نعت گو شاعر کو نمائندہ کے اعتبار سے عالمی سطح پر پیش کر سکتے ہیں وہ ذات جناب منیر احمد جامی کی ہے۔اپنے دعوے کی دلیل کی طور پر یہ اشعار:

آپ آئے تو ہوا پھر سامانِ زندگی کا
تپتی ہوئی زمیں سے چشمہ ابل پڑا ہو
صد مرحبا کہ روئے روشن کا یہ تصور
اک چاند جیسے میری آنکھوں سے کھیلتا ہو
آرزوئے احمد میں چین ہی ملا جامی

زندگی کے چہرے کا حسن بھی نکھر آیا
ہر ایک لفظ نور کے سانچے میں ڈھل گیا
جامیؔ بیاں جو تم نے کی مدحت رسول کی
ہوائے دامنِ احمد چلی کہ دنیا میں
کتابِ زیست کا اک خوشگوار باب کھلا

سرورؔ مرزائی

گلبرگہ کے آسمان ادب میں گذشتہ صدی کے جن شخصیتوں کو معتبر ومحترم مقام حاصل ہے ان میں سے ایک اہم نام سرور مرزائی صاحب کا ہے۔اردو کی عالمی سطح پر ایک ہمہ جہت شخصیت کے بطور وہ منفرد مقام رکھتے ہیں۔شاعری کے ساتھ نقد وتحقیق ،ترجمہ وصحافت کے میدان میں ان کی ظفر یابیاں جاری ہیں۔ماہر عروض بھی ہیں اور اساتذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ان کی نثری نگارشات میں جس طرح حکمت ودانشوری کے گہر ہائے آبدار جگمگاتے نظر آتے ہیں شاعری میں بھی اسی طرح فکری ارتقاع ،بالیدہ شعور اور بصیرت وآگہی کے چراغ روشن ہیں۔شاعری میں آپ نے تقریباً سبھی اضاف پر طبع آزمائی کی ہے۔ان کی غزلیں جہاں فکر اسلامی کی نمائندگی کرتی ہیں وہیں حمد یہ اور نعتیہ کلام میں قرآن اور حدیث کے روشن حوالے نظر آتے ہیں۔زیر نظر نعتیہ مجموعہ سے ان باتوں کی توثیق کی جاسکتی ہے۔

سرورؔ مرازئی ایک تصوف پسند شاعر تھے۔آپ نے ایک مثنوی بھی لکھی۔ سرورؔ مرزائی گلبرگہ کی ادبی شخصیات میں قدآور شخصیت تھی۔جنھوں نے اپنے فن اور فکر سے گل برگہ کو نعتیہ گلستاں بنانے میں حتی المقدور کوشش کی ،اور آخرکار یہ سورج بھی گلبرگہ کی شام پر آخری بارڈوب گیا۔

سرورؔ مرازئی پر بڑے بڑے قلمکاروں نے ان کی شایان شان تبصرے وتجزیے کیے۔ میں یہاں اردو کے معتبر شاعر ومحقق اور میرے استاد میکشؔ اجمیری کے دوست

پروفیسر عنوان چشتی (سابق صدر شعبۂ اردو جامعہ ملیہ نئی دہلی) کا تبصرہ پر ہی اکتفا کرتا ہوں:

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز کے عرسِ شریف کی تقریبات میں حضرت سید فضل المتین چشتی گدی نشین درگاہِ معلیٰ خواجہ غریب نواز اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے سرورؔ مرزائی صاحب سے ملاقات کرائی اور موصوف کی زبان سے ان کا کلامِ دلنواز سننے کا موقع بھی میسر آیا۔ واقعہ یہ ہے کہ سرورؔ مرازئی صاحب کی شاعری محض رسمی نعت گوئی یا منقبت نگاری نہیں ہے بلکہ ان کے ذہن وضمیر کی سچی آواز ہے۔ انہوں نے تصوف کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور بزرگوں کی نظر سے فیضان بھی حاصل کیا ہے اس لئے ان کی نعتوں اور منقبتوں میں ایک طرف تصوف کے اسرار ورموز اور علمی نظریوں کا واضح عکس ملتا ہے اور دوسری طرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گہری عقیدت اور بزرگانِ دین سے سچی وابستگی کی بدولت واردات قلبی کا عرفان بھی ہوتا ہے۔

شیونِ احمدی ایک ایسا نعرۂ مستانہ ہے جس میں اردو فارسی کے ساتھ منقبتیں بھی شامل ہیں اور یہ سارا شعری سرمایہ رنگ عرفان میں ڈوبا ہوا ہے۔

دین اسلام مکمل جو ہوا ہے تم پر
خلق قربان ہے اللہ فدا ہے تم پر
انبیا ورسل کی بھی امامت کی ہے
سلسلہ نبیوں کا بس ختم ہوا ہے تم پر
مجھ سے ہر شئے ہے میں ہوں نورِ خدا تم نے کہا
یعنی تخلیق کا ہر عقدہ کھلا ہے تم پر
حسن خلق ادھر حق کے ہو محبوب ادھر
مہرباں خالق کونین سدا ہے تم پر
چاہنے والے خدا کے ہیں بہت تم ہو حبیب
بخدا ختم ہر اک شانِ وفا ہے تم پر

قلب پر نام کہیں نقش کہیں وردِ زباں
دل سے قرباں صفِ اربابِ صفا ہے تم پر
سبز گنبد پر نظر اہل خرد کی معراج
حق نگر چشمِ وفاشاہِ ہدیٰ ہے تم پر
نام لیوا ہے گنہگار ہے نادم ہے سرورؐ
خوش نصیبی ہے کہ وہ دل سے فدا ہے تم پر

شیون احمدی میں طرز اظہار اور موضوعات سے قطع نظر فارسی اور دکنی کلام بھی شامل ہے۔ نیز حمد یہ سائنٹ بھی شامل ہے۔ میری تحقیق کے پیش نظر کرناٹک کے یہ اولین شاعر ہیں جنھوں نے تقدیسی شاعری میں صنفِ سائنٹ میں کی ہے۔ ملاحظہ ہوان کی ایک سانٹ بہ عنوان ''حقیقت'':

بے رنگ و بو قدیم وقدیر
علم، قدرت، اردہ سب اعیان
روح امر، اورمثالِ پیکرِ عشق
خلق اعضائے یکد گر باہسم
دل سے دل کو ہے رسم و رہ اور ربط
رہ گزر بہر شہسوار ازل
نفس ہے قلب اور حریمِ ذات
اس جرم کے ہیں وہم لات و منات
آسماں ہے ہر اک حدِ ادراک
ابن آدم صفات کا پیکر
گویا تخلیق ذات کی مظہر

گویا تخلیق ذات کی مظہر
یہ ھوالباطن و ھوالظاہر
نور، تنویر، عکس، آئینہ
ہے بجائے خود ایک ایک زینہ

سرور مرزائی نے مشہور شعر ''یا صاحب الجمال یا سید البشر'' پر بھی تضمین باندھی ہے۔ ملاحظہ ہو

آپ اصل کائنات ہو اور جنت البصر
جو آپ سے ہے خوب ہے خود آپ خوب تر
قول آپ کا حضور ہے نقش کالحجر
مرگ حیات سے ہے بری کُشتۂ نظر
بے خود بفیض جلوۂ آقا ہیں خود خضر
یا صاحب الجمال یا سید البشر

مسرور مرزائی نے دکنی ادب کو اپنے اوفکار سے مالا مال کیا ہے۔ دو شعر نعت کے:

یاد آئے تو مجلس مہک جائیں گی
مشک سے بڑ کر ان کا پسینہ میاں
ان کے جوتیاں کا رتبہ سناؤں گا اگر
سن کو پھتّر کو آئیں گا پسینہ میاں

رزاق افسرؔ

رزاق افسرؔ کا اصل نام عبدالرزاق ہے اور والد مرحوم سید عبدالرحمٰن ہیں۔میسور میں ۱۹ ڈسمبر ۱۹۲۸ کو پیدا ہوئے۔آپ خاندانِ سادات سے ہیں اور یہی نسبی سلسلہ نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت میں پختگی عطا کی۔ کہنہ مشق شاعر ہیں۔جتنی بلند شخصیت و شاعر ہیں اللہ رب العزت نے اتنا ہی کٹھن امتحان لیا ہے تقریباً ۴۰ سالوں سے بیماری کی وجہ آنکھوں کی بینائی چلی گئی ہے اور صرف بینائی گئی ہے، ذہن وفکر کے سوتے ابھی بھی روشن ومنور ہیں۔اسی روشنی نے انہیں چھ زائد شعری مجموعے رقم کی ہے۔موصوف بزم اردو میسور (قیام ۱۹۶۸) کے بانی رکن وسیکریٹری ہیں، اس بزم کے زیر اہتمام سینکڑوں مشاعرے ہو چکے ہیں۔موصوف کی نعتیہ شاعری میں سوز وگداز، درد ومجبوری، مدینہ کی زیارت کا شوق، غارحرا کے شبینہ دیکھنے کی شدید حسرت رکھتے ہیں۔آپ کی نعتیں سیدھے دل میں اثر کرتی ہیں۔

میرا رسول خلق میں خیرالانام ہے
کل حسن کائنات کا اس پر تمام ہے
روزِ ازل سے نعت کا جاری ہے سلسلہ
توصیف مصطفیٰ کی مگر ناتمام ہے
اللہ کو عزیز ہے حرمت رسول کی

سرمایہ خلق کا ہے محبت رسول کی صورت گری
میں فرد ہے حکمت رسول کی
اپنی مثال آپ ہے سیرت رسول کی

افسر صاحب کی لفظیات میں سادگی و صفائی ہے۔روزمرہ محاورات،عربی و فارسی کی آمیزش اور ہندی بھاشا کا گہرا رچاو ہے؛ کہیں کہیں پورَبی بولی کا فن کارانہ استعمال بڑا لطف دے جاتا ہے۔ان شاعرانہ محاسن سے آپ کے اسلوب میں ایک کیف آگیں بانکپن پیدا ہوگیا ہے۔علاوہ ازیں آپ کے کلام میں جو سلاست و روانی،شگفتگی و پختگی، جذبے کی صداقت وسچائی،فکری بلندی،مضمون آفرینی،معانی کا عمل،اور بلا کی موسیقیت و نغمگی ہے وہ لائقِ صد آفرین ہے۔

کچھ اشعار نعت ملاحظہ ہو۔

سبحان اللہ کہ صبحِ رویتِ صلِ علی آئی
درودوں کی ضیا پاشی سلاموں کی صبا آئی
یہی مدعا ہے مری ہر دعا کا
سہارا ملے تو ملے مصطفی کا
ہر شب کو اجالا جو بخشے وہ صبح کا منظر آیا ہے
بھٹکے ہوئے ہر رہرو کا قدمِ منزل کی ڈگر پر آیا ہے
ہر فضلیت پر ہے لازم احترامِ مصطفی
انتخاب دونوں عالم ہے مقام مصطفیٰ

آپ کا بیش تر کلام انتہائی مترنم اور موزوں بحروں پر مشتمل ہے بہ ایں سبب آپ کے کلام کو عوامی مقبولیت حاصل ہے۔جب کوئی خوش الحان نعت خواں آپ کے کلام کو ترنم سے گنگناتا ہے تو سامعین جھوم جھوم اٹھتے ہیں اور ایسا کیف و سرُور طاری ہونے لگتا ہے جس

سے ذہن وقلب وجدانی کیفیت سے سرشار ہونے لگتے ہیں:

کام بگڑا تھا بنایا آپ نے
راہ پر سب کو لگایا آپ نے
آدمیت کے مقامِ ارتقا
علم کے صدقے بنایا آپ نے

افق پہ سورج نیا ہے ابھرا، نئی جہت سے سحر اٹھی ہے
نگارِ ہستی کی سرحدوں پر ،خدا سناشی کی روشنی ہے
دیار وہم وگماں میں ہرسو، یہ کھلبلی سی پڑی ہوئی ہے
یہ کون آیا کہ جس کے دم سے، ہماری پونجی بکھر گئی ہے

ایک آزاد نظمیہ نعت:

اس افق کے سامنے ٹھہروں کبھی
پھوٹتی ہے
جس سے ایسی صبحِ تاباں
توڑ دے جو خوابِ زاروں کا سحر
جو حقیقت مجھ سے وابستہ ہے اس کو
آشکارا میری آنکھوں پر کرے
اور سمٹ آئے میری
نظروں میں ساری کائنات
وقت کا قرطاس ابیض
ہو میرا مافی الضمیر

باسط خاں صوفی

باسط خان صوفی کی پیدائش ۱۹۵۰ میں ہوئی۔والد محمد اسماعیل خان شعری شغف رکھتے تھے اور دادا عبداللہ خان 'افغان' تخلص رکھتے تھے دادا ناول نگار بھی تھے اس طرح سے صوفی موروثی شاعر ٹھہرے صوفی کا ذریعہ معاش تجارت ہے۔ باسط خان صوفیؔ کو آزادی کے بعد شہرِ اردو بیدر کے پہلے صاحبِ دیوان نعتیہ شاعر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔آپ نے اپنی نعتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے والہانہ محبت اور عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

باسط خان صوفیؔ کی در اقدس پر موت کی آرزو مثالی ہے ؎

اور تو کچھ بھی نہیں بس تم اتنا لکھ دو
سبز گنبد کے تلے صوفیؔ کا مرنا لکھ دو
مری لحد کو میسر ہو خاک طیبہ کی
مرے بدن کو خدایا کفن ملے نہ ملے

صوفیؔ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعلق عقیدہ ان اشعار میں ملتا ہے ؎

خدا سے جدا کب ہے ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہے کہنے کو مثلِ بشر اللہ اللہ
حق آ گیا ہے خود ہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روپ میں

دیدارِ مصطفیٰ ہے مدینے کی گلی میں
آ جائے گا سمجھ میں مقامِ نبی تجھے
احمد کے میم کو تو ذرا سا ہٹا کے دیکھ

صوفی نے ایک مقام پر کہا ہے ؎

میری نس نس میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قرینہ لکھ دو
دل میں کعبہ تو نگاہوں میں مدینہ لکھ دو

لیکن ایسا لگتا ہے کہ صوفی کے دل اور نگاہ دونوں میں مدینہ منورہ کا تصور بسا ہوا ہے فنی اعتبار سے دیکھا جائے تو اس طرف دور تک اس طرف دور تک، زمین پر، مشکل، دیکھ لیتے ہیں، مٹا کے لکھ، آ پہنچا، ہو نہیں سکتا، اذکار کی کملی جیسی مشکل ردیفوں کو صوفی نے بڑی خوبی سے نبھایا ہے اور بڑے اچھے اشعار نکالے ہیں۔ اس ایک شعر کے ذریعہ باسط خان صوفی نے تخیل کی بلندیوں کو چھو لیا ہے

ازل سے ہے صوفی ثنا خواں تمہارا
صدا گونجتی ہے زمیں آسماں میں

صوفی کی نعتیں جو دعویٰ اور درس کو پیش کرتی ہیں، وہ یوں ہے ؎

زاہد ترے سجدوں کی قیمت ہی بھلا کیا ہے؟
پایا ہے حقیقت کو دیوانہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا
زمانہ کیا بگاڑے گا غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا
جو عاشق ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وہ گمرہ ہو نہیں سکتا
میں توصیفِ شاہِ اُمم لکھ رہا ہوں

رسولِ خدا کا کرم لکھ رہا ہوں

شاعر اپنا انجام بخیر چاہتا ہے اور اس کے لئے وہ کافی فکر مند ہے ۔

اس عقیدت کو لئے نعتیں تری لکھتا ہوں میں
روح بھی تسکین پائے موت آئے چین سے

ازل سے ہے صوفیؔ ثناخواں تمہارا
صدا گونجتی ہے زمیں آسماں میں

ڈاکٹر راہی فدائی

اصل نام: ظہیر احمد باقوی، پیدائش: ۱۱ستمبر ۱۹۴۹ کوکڑپہ ریاست آندھراپردیش میں ہوئی۔والد الحاج ٹی یوسف نائک ہیں، علامہ فدوی باقوی سے شرف تلمذ رکھتے ہیں۔
تعلیم: مدرسہ باقیات صالحات ویلور تمل ناڈو (فاضل) مدراس یونیورسٹی سے افضل العلماء، ایس وی یونیورسٹی پونہ سے پی ایچ ڈی موضوع مدارسِ ‌ ‌ویلور کے ادبی خدمات‘ ۔

۱)تصنیت	(غزلیات)	1981
۲)انامل		۱۹۸۷
۳)ترسیل		۱۹۹۰
۴)مصداق	(نعتوں کا مجموعہ)	۱۹۹۳
۵)ایھالناس		۱۹۹۸
۶)نبراس		۲۰۰۳
۷)یاصاحب الجمال (منظوم سیرت)		۲۰۰۷
۸)صبیحا (کلیات غزل)		۲۰۰۸
۹)مہبط انوار		۲۰۰۹
۱۰)استدراک		۲۰۱۱
۱۱)استعجاب		۲۰۱۲
۱۲)ناعت ومنعوت (حمدونعت)		۲۰۱۴

ڈاکٹر راہیؔ فدائی کی ادبی خدمات کثیر الجہات ہیں انہوں نے تحقیق و ادبی میدانوں میں اپنی کامیاب کے فتح نصب کر چکے ہیں۔نعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا خاص وصف ہے، آپ کی نعتیہ شاعری عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مظہر ہے۔راہیؔ فدائی پر رب کریم کا خاص کرم ہے اور انہوں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن کرم سے وابستہ کرلیا ہے۔یہی وابستگی آپ کی نعتیہ شاعری میں نمایاں طر پر جھلکتی ہے۔یہ اشعار دیکھئے:

جسم کے صحرا میں پیاسی روح کی درماندگی
آب حیواں ہے شریعت سرور کونین کی
آپ کے ہجر میں روتی ہوئی آنکھوں کی قسم
آنسوؤں کی یہ لڑی مسلکِ گہسر ہوتی ہے
کیا یہ ممکن ہے حضور، آپ کا عاشق جو رہے
آتش جوع و عطش میں بھی وہ جلتا جائے

ڈاکٹر راہیؔ فدائی نے سیرتِ رسول کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی ہے۔راہیؔ کے سلجھا ہوا اسلوب اپنے اندر کشش رکھتا ہے جو ہمعصروں میں دور دور تک نظر نہیں آتا۔ اور آپ کا مافی الضمیر قاری پر روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتا ہے،۔راہیؔ کی فنکارانہ انفرادیت وشائستگی جب نور ونکہت کے قافلوں کے ساتھ در نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوتی ہے قرآنی تلمیحات کے ساتھ یوں گویا ہوتی ہے۔

کھلا ہے لی مع اللہ سے یہ عقدہ
جہاں میں وہؐ وہیں تو بیٹھا ہوا ہے
موذی کی کیا مجال کہ صدیق کو ڈسے
سرکار کا وہ طالب دیدار ہو گیا
غیب اور حضور آپ کے حق میں ہیں مساوی

علم آپ کا لاریب مکمل وہبی ہے
بشارت ہائے اعطینا ، ہدایائے شبِ اسریٰ
سبھی کچھ پیکر رحمت برائے عاصیاں لائے
بدر و احد کی جنگ ہو یا غزوہ حنین
دست دعا کے ساتھ ہے تلوار بھی شریک
کیا راہیؔ وہیں سے آدمیت کو عیاں اس نے
جہاں ہر سو تشدد تھا، حقارت تھی، عداوت تھی

اشتیاق دید نبی میں راہیؔ اپنا سر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درِ دولت پر رکھ دینا ہے چاہتے اور یہ انہیں امید قوی ہے کہ یہ آداب غلامی کے بدلے دریائے رحمت ملے گی۔

یہ شعار ملاحظہ ہو:

محترم ، محتشم ، مختتم، مغتنم
رب کے نورِ نظر صلِ و آل آپ کے

ڈاکٹر صغریٰ عالم

میں نہ لکھ پاؤں گی توصیفِ محمد صغریٰ
اتنا آسان نہیں توصیف پیمبر لکھنا

ڈاکٹر صغریٰ عالم کی ولادت 18 فروری 1938ء کو شہر گلبرگہ میں ہوئی۔ ڈاکٹر صغریٰ عالم پانچ بھائیوں کے بعد تولد ہویں۔ انکا اصلی نام صغریٰ بی ہے۔ محترم غنی عالم سے شادی کے بعد انکا نام صغریٰ عالم۔ ڈاکٹر صغریٰ عالم کو ابتدائی تعلیم ہی سے ادب پاروں سے دلچسپی رہی۔ بحث ومباحثے میں بڑھ چڑ کر حصہ لیا کرتی تھیں۔ 1956ء میں انہوں نے حکومت حیدرآباد کا میٹرک کورس (H.S.C) کامیاب کیا جس میں زبان دوّم مرہٹی تھی۔ 1948ء میں سقوط حیدرآباد کے بعد انہوں نے کنٹری زبان سیکھی اور اس کا امتحان پاس کیا۔ 1958ء میں میٹرک کی بنیاد پر انکا تقرر بحیثیت معلمہ پرائیمری اسکول تعلقہ افضل پور پر ہوا۔ ملازمت میں آنے کے باوجود انہوں نے اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا۔ ڈاکٹر صغریٰ عالم کی شادی بتاریخ 3 مئی 1962ء میں جناب غنی عالم صاحب سے ہوئی۔ غنی عالم صاحب ہمیشہ صغریٰ عالم کی حوصلہ افزائی کیا کرتے۔ انکو اعلیٰ مقام تک پہنچانے میں غنی عالم صاحب کا بھی کافی رول رہا ہے۔ جس طرح کسی مرد کی ترقی میں عورت کا ہاتھ ہوتا ہے اسی طرح عورت کو ترقی کی طرف گامزن کرنے میں مرد کا تعاون بھی ضروری ہوتا ہے ڈاکٹر صغریٰ عالم کی جملہ تخلیقات کو شائع کرانے کا سہرا غنی عالم صاحب کے سر جاتا ہے۔

1964ء میں گلبرگہ میں ومینس کالج کی بنیاد رکھی گئی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈاکٹر صغریٰ عالم 1964ء ہی میں P.U.C میں داخلہ لیا اور کامیابی حاصل کی۔ دو

سال کے وقفے کے بعد 1970ء میں کرناٹک یونیورسٹی، دھارواڑ سے External بی۔ اے پاس کیا۔ 1975ء میں اسی یونیورسٹی سے ایم۔اے پاس کیا۔ دھارواڑ میں پروفیسر حیدر کرمڑی سے عروضی معلومات اور تقطیع کے بارے میں سوالات کے دوران ڈاکٹر صغریٰ عالم نے کئی اشعار کی تقطیع سیکھ لی۔ جس سے حیدر کرمڑی صاحب بہت متاثر ہوئے۔ جب ورانہوں نے عنوان چشتی صاحب کے فکروفن پر پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ تحریر کرنے کے بعد سند سے سرفراز ہوئیں اور اس مقالے کو کتابی شکل میں بھی پیش کیا۔

ڈاکٹر صغریٰ عالم نے شاعری کا آغاز 1975ء سے نعتیہ کلام کے ذریعے کیا۔ اُن کی یہ نعت گلبرگہ کے روزنامہ "سلامتی" میں 1975ء کو شائع ہوئی۔ اس نعت کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

؎ مکہ مدینہ جاؤں واپس کبھی نہ آؤں دنیا وہیں لٹاؤں واپس کبھی نہ آؤں

ابتداء میں آپ عبدالقادر ادیبؔ جو آپ کے برادرِ نسبتی ہیں ان سے اصلاح لیا کرتی تھیں ۔ بعد میں ادیب صاحب کے مشورے پر خود ہی اپنے اشعار کی نوک و پلک درست کیا کرتیں۔

ڈاکٹر صغریٰ عالم کی شاعری کا بیشتر حصہ غزل گوئی پر مشتمل ہے۔ حمد ونعت، منقبت، رباعی، قطعہ، غزلیات اور نظم نگاری وغیرہ، ہر صنف میں انہوں نے شاعرانہ جوہر دکھائے ہیں۔ ان کی قوت طبع اور ان کا ذہن رساسب سے نرالا تھا جمالیاتی ذوق خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ صغریٰ عالم بحیثیت شاعرہ اہم مقام کی حامل رہی ہیں۔ ان کے درج ذیل آٹھ شعری مجموعے اور دو نثری تحریروں پر مبنی کتابیں منظرِ عام پر آچکے ہیں:

شعری مجموعے:

۱۔ حیطۂ صدف (۱۹۹۰)

۲۔ بیت الحروف (۱۹۹۵)

۳۔ صفِ ریحان (۱۹۹۷)

۴۔ محرابِ دعا (۱۹۹۹)

۵۔ قوسِ قزح (۲۰۰۴)

۶۔ حنا غزل (۲۰۰۵)

۷۔ نشاطِ معنی (۲۰۰۷)

۸۔ بابِ جبریل (۲۰۰۹)

نثری کتابیں:

۱۔ پروفیسر عنوان چشتی: محقق، ناقد اور شاعر (تحقیق) (۲۰۰۲)

۲۔ کفِ میزان (تبصرے) (۲۰۰۴)

یہ خوشی کی بات ہے کہ ڈاکٹر صغریٰ عالم پر جناب کے عبدالحمید اکبر صدر شعبۂ اردو گلبرگہ یونیورسٹی کی صاحبزادی پی ایچ ڈی کررہی ہیں ہم انہیں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔آپکی کئی کتابیں منظر عام پر آئی ہیں۔گلبرگہ کی ادبی تاریخ میں ایک نمایاں نام ہیں۔ حیدرآباد کرناٹک کے شاعرات کی میر کارواں کہوں تو بیجا نہ ہوگا۔آپ نے دو نعتیہ مجموعہائے کلام ''محراب دعا'' اور باب جبرئیل'' کے ذریعہ نعتیہ سرمایہ میں گرانقدر اضافہ کیا ہے۔

مرحومہ کی طبیعت میں موزونی، علم وفضل اور زورِ عشق ومحبتِ رسول (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) جیسے عناصر نے مل کر صغریٰ کے کلام کو دلِ گداختہ عاشق کا کلام بنا دیا ہے ۔جس میں آمد آمد ہے۔ جذبات کا التہاب ہے۔ خیالات کی سچائی ہے۔نظریات کی

صداقت ہے۔اور تعظیم و ادبِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پاس و لحاظ ہے،

محمد محمد ہی زباں پر ہے مری
ثنائے محمد ثنائے خدا ہے
مرے مولیٰ کے روضے پر مری شام و سحر صدقے
حیات مختصر کیا ہے یہ دل صدقے یہ نظر صدقے
خدا کا نور ہے نور ہلال احمد کا
عبث ہے پیش ہو رنگِ مثال احمد کا
اسلام چمک اٹھا ہے انوارِ محمد سے
گلِ نار ہوا ایماں افکار محمد سے
مرے تصورات نے ایسا صلہ دیا
دل نے درِ حضور پر لا کر بٹھا دیا

ڈاکٹر صغریٰ عالم کے کلام کے مطالعہ کے بعد یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپ نے فنِ نعت کی تمام ترقیود و آداب کی پاس داری کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی کارگاہِ فکر میں اشعار کو ڈھالا ہے۔موصوفہ کی بیش تر نعتیں غزلیہ فارم اور ٹیکنک میں ہیں۔آپ کے نعتیہ کلام کے مطالعہ کے بعد یہ احساس دل پر منعکس ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی شاعری کو شاعری برائے شاعری نہیں بل کہ شاعری برائے بندگی سے آراستہ و مزین کرنے کی سعیِ مشکور کی ہے۔

حرا کی گود میں رب کا سراغ مانگا ہے
خدا کے گھر سے منور چراغ مانگا ہے
اب سوئے عرب ہم بھی چلے جائیں گے صغریٰ
یہ چاک گریباں بھی سلا ہو نہ سلا ہو
جانا نہیں ہے لوٹ کے طیبہ مجھے کہیں

اے زندگی نباہ محمد کے شہر میں

ایک نعت میں موصوفہ میں نئے طرز وآہنگ اسمائے حسنیٰ پیارے نبی کو نظم ڈھالا ہے۔اور یہ شعریات میں آپ کی فنکارانہ چابکدستی کی بہترین مثال ہے۔ملاحظہ ہو:

یامحمد یا محمد مصطفی صل علیٰ
مطلعِ انوارِ عالم نور حق شمس الضحیٰ
ابطحی مومن محمود ھادی ناطق
طاہر مختار ناصر قاسم یا صادق
یا خلیل یا مطیع یا شہید یا سابق
یا محمد بخش دیجئے میں ہوں عاصی پر خطا
شافع روز جزا ہیں آپ ہی بدرالدجیٰ
حامد یٰسین عاقب فاتح امی نذیر
ہاشمی طیب داع سراج یا منیر
یاجواد یا فصیح یا رشید یا بشیر
مجھ پہ ہو رحم و کرم کا سلسلہ در سلسلہ
رحمتہ اللعالمین ہیں آپ ہی صدر العلیٰ
عادل ناہ شکور رحمتہ یا امر
صاحب یا متق یا باطن یا ظاہر
یا مبین سید یا اول یا آخر
نسبت بطحا سے ہو اذنِ سفر کا معاملہ
آپ ہیں محبوب رب المشرقین نور ہدیٰ
یاامام یا قریب یا غنی یا منیب
احمد ماح رسول یا مطیع یا حبیب

عالم شاف شفیع یا کلیم یا خطیب
دیجئے مجھ کو پناہیں یا رسول مصطفیٰ
فخر موجودات عالم آپ ہی کہف الوریٰ

آپ نے اپنی شاعری کے ذریعہ یہ بتایا ہے کہ انسانیت کا کاررواں اپنا علمی وفکری سفر صحیح سمت گامزن کرنے کے لیے جب تک سیرتِ طیبہ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سنتوں کا عامل نہیں بنے گا کامیابی اس کے قدم نہیں چوم سکتی ہے

مہر و مہہ پر بادشاہی آپ کی یا مصطفیٰ
بوریا بستر ہوا، کیا سادگی یا مصطفیٰ
بس ایک بوریا تھا تھی فاقوں پہ ہی گزر
مہماں کے لئے تھیں کھجوریں بھی دستیاب

صغریٰ فاطمہ حضرت زہرہ کے نقش قدم پر چلنے کی یوں خواہش کرتے ہیں

مری ردا میں ہو پیوند دامن زہرہ
کہ میرے عشق کو نسبت ہو اس گھرانے سے

سلام نجمی

سلام نجمی کا پورا نام سید عبدالسلام ہے۔ اپکی ولادت دکھنی کوٹہ میں ۲۶ ۴ ۱۹۳ ستمبرء میں ہوئی۔ آپکے والدین ایک سچے دیندار مسلمان تھے۔ بزرگان دین سے آپکے والدین کو دلی لگاؤ تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۵۶ء میں آپ رزق کی تلاش میں شہر گلستاں بنگلور پہنچے اور یہیں کے ہو رہ گئے۔ اپنے دادا سید قاسم المتخلص نسیم کی نظر عنایت اور ہمت افزائی سے مشق سخن جاری رہا، آپ کی تعلیم میٹرک تک ہوئی۔ آپ پانچ زبانیں اردو، انگریزی، تمل، تلیگو اور کنڑا سے واقفیت رکھتے ہیں۔

آپ کی شعری تصانیف میں جذبۂ اطہر (تقدیسی شعری مجموعہ) تابہ افق (1998) میں شائع ہوئی۔

آپ ادبی ادارے خیر الاداب اور بزم قیصر، مرکزی انجمن شمع ادب اور ادارہ ادب اسلامی سے وابستہ رہے ہیں۔ سلام نجمی بزمِ نجمی کے سرپرست بھی ہیں۔

آپ نے پہلی نعت سن 1960 یا 1961 میں بزمِ قیصر بنگلور کی ایک نعتیہ طرحی مشاعرہ کے لئے کہی، طرحی مصرعہ یوں تھا ''جس سے روشن ہے جہاں وہ مہِ تاباں تم ہو''، ۔آپ نے گرہ اس طرح لگائی۔

نور ہی نور ہو تم ،جلوۂ یزداں تم ہو
''جس سے روشن ہے جہاں وہ مہِ تاباں تم ہو''

اور مقطع یوں تھا

کیوں نہ اربابِ سخن میں ہو تمہاری عظمت
شہِ کونین کے نجمیؔ جو ثنا خواں تم ہو

سلام نجمیؔ نعتیہ سفر میں بہت محتاط رہے ہیں۔پہلی نعت کے بعد وہ ساری زندگی میں کسی بھی نعت میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے واحد کا صیغہ تو،تم یا تیرا نہیں کہا ہے۔ یہ پاس ادب اور تعظیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے عشق اور شاعری کو پرواز عطا کرتا ہے۔شعر وہی ہے جو آسانی سے دل میں اتر جائے۔جذبۂ اطہر سے ایک ملاحظہ ہو:

جب تصور میں گنبد اخضر جاگا
نعت گوئی کا وہیں جذبۂ اطہر جاگا
ذکراحمد کی سجی بزم جہاں بھی جب بھی
نور میں ڈوبا وہیں صبح کا منظر جاگا
شاملِ حال بہر حال ہے عشق احمد
آنکھ لگنے بھی نہ پائی دلِ معطر جاگا
آمد شاہِ رسل کی ہے یہ ادنیٰ سی مثال
یعنی صحرا میں گلستانِ گلِ تر جاگا
جب بھی بھیجا گئے آقا پہ درود اورسلام
خود بخود ذہن پہ ذائقۂ کوثر جاگا
بیتِ اقدس کو تھا حاصلِ شرف قبلہ مگر
آپ کیا آئے کہ کہ کعبے کا مقدر جاگا
اہل دل نورِ ازل کہتے ہیں نجمیؔ جس کو
بخت سے عالمِ رویا میں وہ پیکر جاگا

آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے انتہا محبت میں گم رہنے والے شاعر نے انجانے میں ہی سہی ایک جگہ صلعم کہہ گئے ہیں۔دیکھئے یہ شعر جذبۂ اطہر ص ۵۲ پر

نجمؔی ہے کیا معرفت کیا طریقت کیا ہے حقیقت اور کیا شریعت
یہ سب ہیں وصفِ آقائے صلعم اللہ اکبر اللہ اکبر

نبی کریم ﷺ کے 'ص' صل، صلعم لکھنے کے لئے جمہور علما نے حرام کہا ہے۔حضرت امام شافعی کے زمانے میں حضور ﷺ کے لئے ﷺ کی جگہ ص یا صل صلعم کی آغاز ہوا جس کتاب نے اس کی ابتدا کی۔امام شافعی نے اسے توہین رسالت قرار دیا اور اس کاتب کے قتل کا حکم دیا۔

اس کے علاوہ جذبۂ اطہر میں عشق وعرفان سے مالا مال اشعار ہیں۔ایک اور نعت ملاحظہ ہو:

روشن چرغ مدحتِ آقا کریں گے ہم
ہر ایک ذہن و دل میں اجالا کریں گے ہم
کچھ بھی ہو روئیں گے نہ ہی تڑپا کریں گے ہم
عشقِ نبی کو کیسے تماشا کریں گے ہم
واللیل پڑھ کے رات پہ احساں کریں گے ہم
والشّمس کی ضیا سے سویرا کریں گے ہم
وردِ درود اطہر و اقدس سے بالیقیں
ہر دردِ لا دوا کا مداوا کریں گے ہم
آقائے نامدار کے ذکرِ جمیل سے
حسنِ ازل کا نقد احاطہ کریں گے ہم
لا کر تصورات میں روضے کو آپ کے
ہر دم نگاہِ شوق سے چوما کریں گے ہم
خود کو فنائے عشقِ نبی کر کے صدق سے
دونوں جہاں پہ نجمؔی اجارا کریں گے ہم

کوثر جعفری بھٹکلی

کوثرؔ جعفری کا اصل نام محمد جعفری ہے۔ والد محترم جناب محی الدین شاہ بندری ہیں۔آپ ساحلی شہر بھٹکل میں ۵ مارچ ۱۹۳۳ء کو پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم گھر ہی سے شروع ہوئی گھرانہ دینی تھا اور بزرگوں سے انسیت رکھتا تھا اس لیے بزرگان دین سے دینی تعلیم حاصل کی اور بزرگوں سے خوب اکتساب فیض پائے اسلامیہ اسکول بھٹکل سے میٹرک تک کی تعلیم حاصل کی۔ کتب اور اخبار کا مطالعہ،شعر گوئی وادبی تقاریب میں شرکت نے آپ کی شاعری کو مضبوطی عنایت کی۔آپ کی کئی نمایاں ادبی خدمات رہی ہیں ، اور آپ بعد وفات کے بھی زندہ رکھنے والی کتاب ’’جلوۂ رحمت‘‘ ہے جس میں کرناٹک اور بیرون ریاست کے ممتاز نعت گو شعرا کے کلام اور مختصر کوائف درج ہیں۔تصانیف:

۱)جلوۂ رحمت (تذکرہ نعت گویان)

۲)موجِ سخن(غزلیات)

۳)اوجِ سخن (نعت)

یہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر بروز پیر ۱۰ جون ۲۰۰۸ء کو اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔

کوثر جعفری کی لفظیات میں سادگی وصفائی ہے۔روزمرہ محاورات،عربی وفارسی کی آمیزش اور ہندی بھاشا کا گہرا رچاو ہے؛ کہیں کہیں پورَبی بولی کا فن کارانہ استعمال بڑا لطف

دے جاتا ہے۔ان شاعرانہ محاسن سے آپ کے اسلوب میں ایک کیف آگیں بانکپن پیدا ہوگیا ہے۔علاوہ ازیں آپ کے کلام میں جو سلاست و روانی، شگفتگی و پختگی، جذبے کی صداقت وسچائی، فکری بلندی، مضمون آفرینی، معانی کا عمل، اور بلا کی موسیقیت و نغمگی ہے وہ لائقِ صد آفرین ہے۔

نعت گوئی کے لیے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرط اولین ہے، محبت رسول کے بغیر نعت ہو ہی نہیں سکتی:

آپ کا تصور ہے راحتِ سکونِ دل
آیئے تصور میں روز صبح و شام آقا
محبت نہیں اندیشۂ سود و زیاں مجھ کو
کہ بخشا ہے نبی کے عشق نے دردِ نہاں مجھ کو
عشق نبی کا درد مجھے بھی نصیب ہے
خواہاں نہیں ہوں میں کسی عیش و سرور کا

ساری کائنات کے مرکزِ عقیدت و محبت مدینۂ منورہ کی حاضری و زیارتِ قبرِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر عاشقِ دل گیر کے لیے جان وجگر اور قلب ونظر کے لیے باعثِ سرور ہے۔ یہاں کی حاضری غمِ دنیا اور غمِ عقبیٰ سے یکسر آزاد کردیتی ہے۔اسی مقدس ترین دیار میں حاضری کے لیے سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوثر جعفری یوں عرض کرتے ہیں اندازِ عرض بڑا ہی دل کش اور اچھوتا ہے ؎

دل میرا شہرِ نبی میں ہے جہاں بھی میں ہوں
شوق دیدار چل اب مجھ کو خدارا لے چل
نظر کے سامنے خیرالوریٰ کا آستانہ ہو
اس پر یا الٰہی ختم اب میرا افسانہ ہو

یہ حسرت ہے مدینے میں ٹھکانہ ہو مرا کوثر
ملے گا ایسا دنیا میں کہاں دارالاماں مجھ کو
یہی ایک آرزو دل لئے کوثر تڑپتا ہے
الٰہی قافلہ سوئے مدینہ کب روانہ ہو

کوثر جعفری نے بحور کے انتخاب میں بڑی مشاقی دکھائی ہے۔آپ کی ردیفیں دل کش، زمینیں جدت وندرت کی آئینہ دار اور بحریں انتہائی مترنم اور نغمگی وموسیقیت سے معمور ہیں،آپ کے کلام میں سوز بھی ہے ساز بھی، جب آپ کا خوش الحان لب ولہجہ اپنے مخصوص ترنم میں نعتیں گنگناتا ہے تو سننے والے کیف آگیں جذبات سے سرشار ہونے لگتے ہیں۔ بزرگوں سے میں نے سنا ہے کہ مشاعروں میں کوثر صاحب کا طوطی بولتا تھا لوگ آپ کو سننے کے لیے گھنٹوں بیٹھے رہا کرتے تھے، جناب کوثر نے اپنے اس وصف کو رؤف وکریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم سے تعبیر کیا ہے ؎

یا الٰہی میں ثنا خواں ہوں تیرے محبوب کا
اس میں کچھ لغزش نہ ہو اس غم سے گھبراتا ہے دل
ہم کو لازم ہے دم تحریر و تقریر و خطاب
جو کہیں وہ مصطفٰی کی شان کے شایاں کہیں
متاع حب نبی قلبِ زار مانگے ہے
یہ ذوق و شوق یہی باربار مانگے ہے
نبی کی مدح سرائی کو اپنی فکر رسا
متاع وسعت گردوں وقار مانگے ہے
نبی کی حسن کی تعریف کو ہمارا قلم
شعور و آگہی ، لیل و نہار مانگے ہے
اسرارِ مشیت ہے عیاں آپ کے دم سے

ہے مبتدا اللہ تو آپ اس کی خبر ہیں
دھوپ بھی چاندنی بن جائے گی روز محشر
ہم پہ گر سایہ ان کا علم ہو جائے
ہے سودائے عشق نبی میرے سر میں
بگولے نہ آئیں مری رہگزر میں

جوہر صدیقی

جوہر صدیقی کی پیدائش ۲۸ اگست ۱۹۲۷ء کو بنارس میں ہوئی۔آپ کے والد کا نام عبدالستار ہے۔والدین نے آپ کا نام عبدالحق رکھا۔آپ قلمی نام جوہر صدیقی سے ادبی دنیامیں شناخت بنائی۔آپ کی تعلیم الہ آبادیونیورسٹی سے کامل(فارسی) تک ہوئی۔آپ ساڑیوں کی تجارت کے لیے بنگلور آئے اور یہیں کے وہ کر رہ گئے آپ شاعری میں ڈاکٹر مسلم الحریری (بنارس) سے اصلاح لیتے تھے۔موصوف کی کئی کتابیں منظر عام پر آئی۔جن میں خصوصی طور پر اردو سے متعلق نظمیں

۱)زبانوں کی زبان

۲)صلوا علیہ وآلیہ وسلموا (نعتیہ مجموعہ

۳)آوارہ لکریں (غزلیات)

۴)ورفعنا لک ذکرک (نعتیہ مجموعہ)

۵)آوازِ سلاسل

آپ کی ادبی خدمات کے اعتراف میں دیوگام ضلع اعظم گڑھ میں سن 1982ء

میں اور بنگلور میں ''جشن جوہر صدیقی'' منایا گیا۔اس کے علاوہ آپ ادبی اداروں میں انجمن ترقی اردو ہند شاخ بنارس اور تحریک تحفظ اردو بنارس نیز مرکزی ایوان ادب بنگلور سے بھی وابستہ رہے۔آپ شہر بنگلور ہی میں رحلت کر گئے۔

آپ کی نعتیہ شاعری جدید لب ولہجہ رکھتی ہے۔عربی عبارتوں کے اپنے شعر میں سمونے کا کمال درجہ کافن رکھتے تھے:

وہ گیا ہے تا سر لامکاں بلغ العلیٰ بکمالہ
وہ بنا ہے زینت دوجہاں کشف الدجیٰ بجمالہ
وہ امین رحمت بیکراں حسنت جمیع خصالہ
وہ صدرِ محفل مرسلاں صلو علیہ و آلہ

پوچھتے کیا ہو کمالِ ارتقائے مصطفیٰ
دو جہاں کی انتہا ہے ابتدائے مصطفیٰ
آدمیت کے شرف کا تاجِ پُر انوار ہے
برسرِ عرشِ معلیٰ نقش پائے مصطفیٰ
ہے خدا کی شان رزاقی کا یہ فیضانِ خاص
دو جہاں کو کردیا مہماں سرائے مصطفیٰ
یوں ہی تکوین جہاں معنون حضرت سے نہیں
زینت تخلیق ہے حسنِ ادائے مصطفیٰ
وہ نہ کرتے منع تو سب سجدہ کردیتے انہیں
ایسی شانِ کبریائی لے کر آئے مصطفیٰ
کس لئے زیر نگیں جوہر نہ ہوں کون ومکاں
جب لواء الحمد باری ہے لوائے مصطفیٰ

غور طلب ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے شانِ کبریائی کا لفظ از روئے شرع غلط

ہے۔اس طرح کی غلطیوں نے مخالفین نعت کے حوصلے بند کئے ہیں ہرنعت کہنے والا شاعر اس بات سے واقف ہوتا ہے کہ بہت احتیاط کی ضرورت ہے یہاں مگر نادانستہ طور پر شکار ہوجاتا ہے،

نعت رسول لکھنے سے قبل اپنے دل میں عشق رسول کی جتنی فراوانی ہوگی اس کی شاعری میں اتنی ہی اثر پذیری ہوگی۔نعتیہ شاعری ہر زبان میں کی گئی اور بلا تفریق مذہب وملت لوگوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ورفعت کے گن گائے۔موجودہ دور میں مشہور ومعروف نعت گوشعراء میں جوہرؔ صدیقی کا نام آتا ہے۔آپ کے نعتیہ اشعار افراط وتفریط سے پاک ہیں حدودشرعیہ کی پابندی کرتے ہوئے آپ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کی ہے۔اورنعت کے عمدہ سے عمدہ اشعار کہے ہیں۔آپ اپنے ممدوح کی ہرادا پرقربان ہونے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔اس لئے آپ کے اشعار میں جہاں عشق رسول کی فروانی پائی جاتی ہے وہیں شریعت مقدسہ کی پاسداری بھی آپ نے اپنے ممدوح کی محبت میں ڈوب کرنعتیہ شاعری کی ہے۔آپ مقام نبوت کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔

سب کو نقش پائے حضرت کا پتہ دیتے رہو
رفعتوں کے ہاتھ میں تم آئنہ دیتے رہو
تم زمیں پر چھیڑ کر ذکرِ محمد بار بار
آسماں کو دعوتِ صل علیٰ دیتے رہو
دوریٔ منزل کے دھوکے میں نہ آ جانا کبھی
سن رہا ہے سننے والا تم صدا دیتے رہو
سربلندی خود تمہارے پاؤں چومے گی مگر
مصطفیٰ کی راہ میں دادِ وفا دیتے رہو
کر کے عہد جاں نثاری نو بہ نو ان کے لیے

زندگی کو زندگی کا حوصلہ دیتے رہو
دشمنِ دینِ پیمبر کا کلیجہ چیر دو
اور اپنے دشمنِ جاں کو دعا دیتے رہو
پیٹ پر باندھے تھے جو پتھر تمہیں ان کی قسم
مفلسی کو عظمتِ صبر و رضا دیتے رہو
مصطفیٰ کی چادر رحمت کے وارث ہو تو پھر
جو بھی ننگے سر ملے اس کو ردا دیتے رہو

جوہر صدیقی نے اچھی نعتیں کہی ہیں۔لب ولہجہ دل کو چھو لیتا ہے۔کہیں کہیں تشنگی کا شدید احساس ہوتا ہے۔شاعر کی فطرت میں تشنگی کا وافر حصہ ہوتا ہے۔یہی تشنگی اس کی شاعری کا سبب بنتی ہے۔تشنگی کے ساتھ بے چینی کا بھی چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔اور یہ بے چینی شاعر کو مرنے کے بعد بھی مرنے نہیں دیتی بلکہ ہمیشہ شعریات کی شکل میں زندہ رکھتی ہے۔

ڈاکٹر رزاق اثر شاہ آبادی

رزاق اثر شاہ آبادی جناب محمد امین صاحب کے گھر شاہ آباد ضلع گلبرگہ میں ۲۲ جولائی ے۱۹۳ء کو پیدا ہوئے ،والدین نے آپ کا نام شیخ عبدالرزاق رکھا۔آپ کی تعلیم میٹرک تک ہوئی ۔اس کے بعد طبابت کے پیشے سے منسلک ہو گئے ۔آیورورد ک اور یونانی میں خدمت خلق میں مصروف ہیں ۔آپ کو شرف تلمذ اپنے برادر کبیر صابر شاہ آبادی ہی حاصل ہے۔ادبی اعتبار سے اعتدال پسند ہیں اورادب برائے ادب ، ادب برائے مقصدیت کے علاوہ ترقی پسند اور جدید ادب کے قدردان ہیں ان کی شعری تصانیف کچھ یوں ہے

۱)نسیم شب (شعری)1990

۲)شعر و سنگ(شعری)1996

۳)بیاضِ ثنا(نعت ومنقبت)2002

۴)حصص الحق 2014

۵)آئینۂ سخن 2006

۶)اوراق سخن 2012

اردو ادب میں کچھ ایسی شخصیتوں کی مثال بھی پائی جاتی ہے جو شعر و ادب کی تخلیق میں منہمک تو رہتے ہیں مگر قلندرانہ مزاج کے سبب صلہ و ستائش کے لئے اس کی نمائش پسند نہیں کرتے۔ایسی شخصیتوں میں ڈاکٹر رزاق اثر صاحب کا شمار ہوتا ہے جو چار مجموعے کے خالق ہو چکے ہیں مگر ادبی سطح پر انھیں بہت کم لوگ پہچانتے ہیں۔اتنی بات ہے کہ ان کے مجموعوں کی تعریف میں انھیں مشاہیر ادب کے خطوط برابر مل رہے ہیں۔رزاق اثر خالصتاً غزل گو شاعر ہیں اس لئے دیگر اصناف سخن کی جانب انکی توجہ نہیں کے برابر ہے۔نعتیہ شاعری ان کے عشق رسول کے والہانہ جذبوں کی مظہر ہے جس میں اسوۂ حسنہ کے تذکرے کے ساتھ گدایان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان وایقان کو خوبصورت شعری جامے میں پیش کیا گیا ہے۔

بدن معطر دراز گیسو کلام شیریں تھا معجزانہ
چلیں تو جیسے چلے صحیفے رکیں تو جیسے رکے زمانہ
کرے ہے اشکوں سے دل وضو جب رقم قلم سے ہو نعتِ احمد
خیال احرام باندھ کر پھر طواف کرتا ہے غائبانہ
کرم سے ان کے ہوئی ہے حاصل قلم کو عظمت سخن کو شہرت
انہیں کی چشم کرم کے صدقے اثرؔ ہے روشن غریب خانہ

یہ شاعری نہیں بلکہ حقیقت حال کا بیان ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ جان جہاں صل اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں ہے اور قیامت کے دن اُن کی شفاعت ہی ہماری نجات کا سبب بنے گی کہ یہ جان جہاں عین حق ہیں، سارے نبیوں سے اعلیٰ، افضل اور ایک بے مثال شخص جن پر اپنے تو اپنے دشمنوں کو بھی اعتماد ہے۔ایسے سرکار دو جہاں کی تعریف کرنا نعت کی شناخت کا جزو اعظم ہے۔

نہ کوئی عکس نہ سایہ دکھائی دیتا ہے

ہے ایک نور جو چلتا دکھائی دیتا ہے
کون انساں ہے سرِ عرش پر جو پہنچا کوئی
کس پہ نازل ہوا قرآن کا سورہ کوئی
نور ہی نور سراپا ہیں مجسم شاہا!
کس نے دیکھا ہے کبھی فرش پہ سایہ کوئی
محمد سے گر آشنائی گئی
تو ہاتھوں سے سمجھو خدائی گئی
مسلسل بارش انوار تھی کل شب جہاں وہ تھے
انہیں پر ہی نگاہِ یار تی کل شب جہاں وہ تھے
میں مسجد نبی میں ہوں کہ ہوں مرکز ایماں
آتے ہیں زیارت کو جہاں بھر کے مسلماں

اسلام سے پہلے پوری دینا جہالت اور گمر ہی کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ خاص طور پر عربوں کے سیاسی وسماجی حالات ایسے تھے کہ کسی بھی شخص کو جانی، مالی یا معاشی تحفظ حاصل نہ تھا۔ کوئی باقاعدہ حکومت نہ تھی۔ نہ ہی کوئی قانون تھا۔ جو جب چاہتا دوسرے کی املاک پر قبضہ کرلیتا۔ طاقت ور کا راج تھا اور کمزور کی زندگی اجیرن تھی۔ سرداروں کا انتخاب دولت کے بل بوتے پر ہوتا تھا۔ عوامی حقوق کی کوئی وضاحت نہ تھی، جس کی وجہ سے آئے دن خون کی ندیاں بہتی تھیں۔ بچیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا۔ غلاموں کے ساتھ ظلم روا رکھا جاتا۔ غرضیکہ پورا سماجی نظام بغیر کسی قاعدہ کے چل رہا تھا۔ جہالت اور گمراہی کی دبیز چادر اوڑھے سوئی ہوئی انسانیت کے لئے خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے حضور کی ذاتِ گرامی کا ظہور اس روشنی کی طرح تھا جس کے دم سے یک دم تمام خوابیدہ مناظر جگمگا اٹھے:

زمیں پر کیا افلاک پر بھی تو عظمت مصطفیٰ کی ہے

کہ ثابت کن سے پہلے ہی نبوت مصطفیٰ کی ہے
رحمت پہ کوئی حرف نہ آئے یہ سوچ کر
اپنے عدو کو بخش دیا خوش دلی کے ساتھ
نامِ رسول پاک کو سنیے گا جب کبھی
پڑھیئے درود قلب کی کے ساتھ
فقط سانس ہی لینا سنت نبوی نہیں اے دل
گزرنا موت کی حد سے بھی سنت مصطفیٰ کی ہے
کسی امت کی حصے میں اثر یہ فخر کب آیا
جو ان پر جان دے ڈالے وہ امت مصطفیٰ کی ہے

آپ کی نعتیہ شاعری کے مطالعے سے جہاں ذوقِ شاعری اور لطف کا سامان فراہم ہوتا ہے وہیں افکار و جذبات کی ترتیب کا پہلو بھی نکلتا ہے لیکن ہر جگہ شاعری کی لطافتیں اور نزاکتیں غالب رہتی ہیں۔کہیں بھی وعظ و نصیحت کا پیرایہ نہیں، دراصل یہ کلام سر بسر ایک عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وارداتِ روحانی ہے۔جس کو اس کے سیاق و سباق میں پڑھنے سے ایک سرور حاصل ہوتا ہے ۔اور پڑھنے والا خود کو اس وارداتِ روحانی میں شریک محسوس کرنے لگتا ہے۔

ڈاکٹر ایس ایم عقیل

ادبی منظرنامہ میں ڈاکٹر ایس ایم عقیل صاحب کی ہمہ جہت شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ایک معتبر شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ نقد و تحقیق اور فکشن میں بھی آپ کی تخلیقی شادابیوں کے روشن نقوش ہیں۔ایس ایم عقیل ایک سلیم الطبع، وسیع نظر، کہنہ مشق اور حقیقت پسند فنکار ہیں۔ظاہر سی بات ہے کہ ایسی علمی شخصیت اور معتبر فنکار کی نوک قلم سے ٹپکنے والے الفاظ جب شعری پیکر اختیار کرتے ہیں تو ان میں جذبوں کا وفور، اثر پذیری اور گہرائی و گیرائی قاری کے لئے غور و فکر کے باب وا کر دیتی ہے۔آپ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں نعت و سلام کے نذرانے بڑے حسین پیرائے میں پیش کئے ہیں۔

ڈاکٹر سید شاہ مدار عقیل کا اصل نام المتخلص ایس ایم عقیلؔ کی پیدائش ٹمکور میں ۳ مارچ ۱۹۵۳ کو ہوئی، والد گرامی کا نام سید جیلانی شاہ ہے، آپ کی ابتدائی تعلیم تا ایس ایس ایل سی منسپل ہائسکول سرا ضلع ٹمکور میں ہوئی۔ گورنمنٹ کالج ٹمکور سے ۱۹۷۷ میں بی اے اور مانسگنگوتری میسور یونیورسٹی میسور سے ۱۹۷۹ میں ایم اے کی سند حاصل کی۔ ۱۹۹۵ میں بمبئی یونیورسٹی نے مقالہ بعنوان ''اردو شاعری میں تلمیحات کا استعمال سماجی اور تہذیبی پس منظر میں'' پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی۔ فی الحال کوئمپو یونیورسٹی شیموگہ میں شعبۂ اردو کے صدر ہیں۔

آپ کی تصانیف میں کچھ اہم یہ ہیں:

۱) بازگشت (تنقیدی مضامین) 1996

۲) نور آور باعی گل (رباعیات امجد کا کنڑ ترجمہ) 2001

۳) اعتراف (تالیف آرا بر دوہانجلی) 2001

۴) ردائے رحمت (آزاد نظمیہ نعت) 2003

مجھے سب سے پہلے کلام یہاں کرنا ہے جناب انور داغ نے ردائے رحمت کے صفحہ نمبر 15 پر رقم طراز ہیں

> ''با خدا دیوانہ باشد با محمد ہوشیار'' والی کڑی شرط نے شعرا کو باندھ رکھا ہے اس کو الانگنا ''گر فراقِ مراتب نہ کنی زندیقی'' کا مرتکب ہونا ہے اس کے باوجود حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نے نعت گوئی میں نئے نئے زاویئے ڈھونڈ نکالے اور کافی جرات آزما بھی ہوئے۔ اس کے باوجود نعت میں کوئی قابل قدر اضافہ نہ ہو پایا''

خط کشیدہ الفاظ کو بار بار پڑھیں اور میں نے خود بھی بار بار پڑھنے کے بعد اس نتیجے پر پہونچا ہوں۔ دیانتداری اور عظمتِ قلم کا تقاضہ تو یہ تھا کہ رضاؔ بریلوی کے جرات آزمائے

ہوئے اشعار انور داغؔ صاحب اپنے دعوی کی تصدیق میں پیش کرتے نہ کہ تنقید کے نام پر دلی بھڑاس و مسلکی تعصب پر ’داغ‘ لگاتے ۔آپ نے ایسا نہیں کیا۔

اور رضاؔ بریلوی نے نعتیہ سرمایہ میں کتنا اضافہ کیا ہے یہ حمد و نعت کے ادنیٰ طالب علم سے بھی مخفی نہیں ۔تمام محققین نعت اس بات پر متفق ہیں کہ رضا بریلوی نعت گویانِ اردو کے امام ہیں ۔آپ تعصب کی عینک نکال کر مسلکی نقطۂ نظر سے دور ہو کر قرآن و حدیث کو پیش نظر رکھ کر رضاؔ بریلی کے نعتیہ کلام کا مطالعہ فرمائیں، اگر آپ میرے اس تاثر کے حوالے سے تحریری مباحثہ کے لیے تیار ہیں تو جہانِ نعت کے صفحات حاضر ہیں ۔میں پوری دیانت داری کے ساتھ آپ کے عائد کردہ الزامات اور اس کا جواب دوں گا۔

ایک اور جگہ جناب انور داغؔ ردائے رحمت میں صفحہ نمبر ۱۰ میں لکھتے ہیں

’’میری جانکاری کے تحت یہ پہلا آزاد نظموں کا نعتیہ مجموعہ ہے‘‘

کچھ لوگ اسی بات کو سند بنا کر کہہ دیتے ہیں کہ یہ پہلا مجموعہ ہے ۔عوام و خواص کی محفلوں میں اس کا چرچا ہوتا ہے ۔جب کہ ارضِ ہند میں حمد و نعت کا اولین ادبی مجلہ ’’جہان نعت‘‘ ہیرور شمارہ ۹ میں ’’نعتیہ ادب کے مسلم الثبوت محقق و ناقد جناب ڈاکٹر عزیز احسن عزیز (پی ایچ ڈی [اردو]، ایم فل [اقبالیات]، ایم اے [تاریخِ اسلام]، ایل ایل بی، بی کام، فاضلِ اردو، فاضلِ فارسی) کراچی اپنے مقالے ’’آزاد شاعری میں نعتیہ اقدار‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں

’’نعتیہ شاعری میں نظمِ آزاد کو پہلے پہل کس نے اپنایا؟ اس سوال کا جواب تو باقاعدہ تحقیق کے بعد ہی دیا جاسکتا ہے ۔لیکن میں اپنی معلومات کی حد تک اتنا کہہ سکتا ہوں کہ آزاد نظم میں نعتیہ اقدار سمونے کا قابلِ قدر نمونہ ’’قمر ہاشمی‘‘ نے اپنی طویل نظم ’’مُرسَلِ آخر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم‘‘ میں پیش کیا تھا۔ اس طویل نظم کے کئی بند تھے یہ کتاب ۱۹۸۲ء میں منصۂ شہود پر آئی تھی ۔‘‘

اردو ادب اپنے آغاز ہی سے تخلیقی تجربوں سے دوچار رہا ہے ۔کئی تحریکوں نے اس

میں جان بھری ہے۔ آزاد نظم، آزاد غزل کے حوالے سے برصغیر کے مشہور شاعر وادیب جناب سید اولادِ رسول قدسیؔ نے ایک بدعت سے تعبیر کیا ہے۔ بحر و قافیہ کی قید سے دامن بچا کر شاعر کے لیے خیالات کو لفظوں میں سمونا اور اسے آزاد نظم کا نام دینا قدرے آسان ہے۔ اس لیے نظم آزاد لکھنے والے شعراء کے لئے فکری وسعتوں کو فنی گرفت میں لینے کی سہولت پیدا ہوئی۔ اس تخلیقی تجربے نے نعت میں تازہ کاری کو راہ دی اور آزاد نظم کے ذریعے عصری حسیت نعتیہ شاعری میں بھی جھلکنے لگی۔ نعتیہ شاعری کو ادبی صنف سخن منوانے میں آزاد شاعری لکھنے والوں کا بڑا اہم رول رہا ہے۔

دراصل ردائے رحمت کو آزاد نظم میں کتاب سیرت کہنا نعتیہ مجموعہ کہنے سے بہتر ہے،۔ ڈاکٹر ایس ایم عقیل نے الفاظ کی جادوگری نہیں دکھائی ہے بلکہ آسان سلیس زبان میں نعوت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رقم کئے ہیں۔ ان کے کلام میں تصنع کاری نہیں ہے۔ جذباتِ صدق ہیں جو نبی کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور نذر کیے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہے ساری زمانہ سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنالے۔ یقیناً یہ مومن کی شایان شان ہے۔ شاعری خاص کر نعت گوئی میں فصاحت اور سلاست کا ایک خاص رچاؤ کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ ایس ایم عقیل کو بلاشبہ زبان و بیان پر قدرت حاصل ہے اور لب ولہجہ میں انفرادیت ہے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ موصوف کی شاعری دماغ کی نہیں دل کی ہے جو دلوں پر اثر کرتی ہے۔ آیئے ہم ردائے رحمت سے کچھ نعتوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

نعت کہنے کا جوں ہی ارادہ کیا
ذہن ودل پر عجب خوف طاری ہوا
کس زباں سے کروں
ان کی نعت وثنا

میں خطا کار ہوں،

وہ حبیبِ خدا

خالق دو جہاں، قادر کن فکاں

ان کا رطب اللساں

پڑھ کے صلی علیٰ، جب اٹھایا قلم

انگلیوں میں قلم تھرتھرانے لگا

عشق احمدؐ نے دکھلایا دنیا اثر

نعت پر نعت کہنے لگا دم بدم

ایک بھی اس میں مقبول ہو جائے گر

زندگی میری نورٌ علیٰ نور ہو

☆☆☆

ابھی چڑھتی جوانی تھی

کہ عہد تام کے ذریعہ

جوانوں کو

اخوت کا،

حمیت کا،

صداقت کا،

امانت کا،

سبق ایسا پڑھایا

کہ دنیا محو حیرت تھی

یہ جس کے نقشِ اول تھے

وہی استادِ کامل ہیں

جناب ڈاکٹر ایس ایم عقیل صاحب آپ فرض کریں کہ ایک طالب علم کو آپ نے اپنے شعبہ میں بلوائیں اور اگر میں کہوں کہ طالب علم کے صدقے میں طالب علم کے جوتوں نے آپ کا دیدار کیا ہے۔آپ اس کو کیا معنی دیں گے توہین یا توصیف؟؟؟

یہ نعت ردائے رحمت کے صفحہ نمبر ۴۶ پر دیکھئے

فرش سے عرش پر جب بلائے گئے

نار دوزخ سے گرمی اٹھالی گئی

واں تھے موسیٰ طلبگار دیدار حق

یاں طلبگار ہے خالق دو جہاں

عرش پر آ گئے احمد مصطفیٰ

اپنے پاؤں میں نعلین پہنے ہوئے

آپ اقدس کا رکھا خیال

کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی

قرب احمد کے صدقے میں نعلین کو

عرش والے کا دیدار حاصل ہوا

کسی کی توصیف کی جاتی ہے تو اس کے شایان شان کے مطابق۔ چاہے حقیقت بھی ہو۔ آپ کے علم میں ہوگا اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راعنا کہنے سے کیوں منع کیا۔ یہ صرف ادبِ بارگاہِ رسالت کے خلاف ہی نہیں بلکہ ربِ قدیر کی شان میں جراتِ توہین بھی ہے،

اسد اعجاز

کچھ شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنے بعد بھی اپنے نقوش چھوڑ جاتی ہیں۔ جو ہمیشہ کے لئے روز روشن کی طرح عیاں رہتی ہیں۔ جن کا رہنا سہنا، جان مال سب کچھ اردو کے لئے وقف ہوتا ہے انہیں میں ایک اسد اعجاز ہیں۔ قلم جن کا ہتھیار ہے۔ فکر جن کی غذا ہے۔ اسد اعجاز صاحب کا اصل نام اسد اللہ خان ہے آپ جناب احمد خان (میجر) کے یہاں شہر بنگلور میں ۸ جون ۱۹۳۶ کو پیدا ہوئے۔

آپ اردو میں ادیب کامل اور ہندی میں پنڈت۔ تاریخ میں ایم اے (انگریزی) تک کی تعلیم حاصل کی ہے۔ آپ شہر بنگلور کے نامور شاعر حضرت شوق بنگلوری سے شرف تلمذ رکھتے ہیں۔ آپ کو پانچ زبانوں اردو فارسی ہندی، کنڑ اور انگریزی پر عبور حاصل ہے۔ سرکاری ملازم تھے۔ اب ریٹائرڈ ہو چکے ہیں۔ اسد اعجاز ایک اچھے کالم نگار بھی ہیں روزنامہ ''پاسبان'' بنگلور جھروکے کے عنوان سے اور روزنامہ ''سلطان'' بنگلور میں ''روشن دریچے'' کے عنوان سے مسلسل پانچ برس تک شائع ہوتے رہے۔

اہم تصانیف:

۱) اعجاز سخن (شعری)

۲) لمعاتِ اعجاز (شعری)

۳) آبروئے سخن (نعتیہ)

۴) آئینۂ افکار (شعری

مشاہداتِ اعجاز (نثر)

۱۹۷۸ میں بنگلور میں ''جشن اعجاز'' منا کر آپ کو ''خلیق الشعرا'' کا خطاب بھی دیا گیا ہے۔ پاسبان گولڈن جوبلی ایوارڈ بھی آپ کو حاصل ہوا۔

رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عقیدت و محبت ہمارے ایمان کی شرطِ اولین ہے لیکن یہی عقیدت و محبت جب حد سے تجاوز کر کے سرحدِ الوہیت میں داخل ہوجاتی ہے تو عین شرک کا مرتکب بنا دیتی ہے۔اس کے برعکس پیرایۂ بیان اختیار کرنا جو آپ کی شان سے فروتر ہو ہمارے نامۂ اعمال کو حبط کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

میرے دل میں جو اعجاز ہے آرزو سب سمجھتے ہیں وہ میرے آقا ہیں وہ
ان کی سرکار میں التجا کے لئے جنبش لب نہیں چشمِ تر چاہیئے
مقام عبد میں لاریب لاجواب ہیں آپ
کہ بارگاہ الٰہی میں باریاب ہیں آپ
خدا کا ذکر ہے نوکِ زباں بیاں کے لئے
درود پاک ہے تسکینِ قلب و جاں کے لئے

چونکہ مدحت سید والا سے لاکھوں نے اپنی تقدیر جگائی ہے اور اپنے لیے نجات و بخشش کا سامان کیا۔نعت کا لکھنا پڑھنا اور سننا یہ سب کے سب عبادت میں شامل ہیں اور نعت کہنے والا اپنی مرادیں ضرور پاتا ہے کیونکہ تاریخ اسلام کا وہ ذریں باب بھی میری نگاہوں کے سامنے ہے۔یہی وہ نعت ہے جس نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ اعزاز دیا کہ سرکار خود نیچے بیٹھے اور منبر پر حضرت حسان کو بیٹھا کر نعت پڑھنے کا حکم فرمایا۔شاعر اپنی بخت پر نازاں ہے اور کچھ یوں گویا ہے ؎

نعت سنتے ہی اسدؔ اعجاز سے دل نے کہا

رحمت اللعالمین خیرالوریٰ آقا تیرا
ہم نعت پاک پڑھ کر یوں بانکپن سے نکلے
باد صبا مچل کر جیسے چمن سے نکلے

آپ کی نعتیہ شاعری کے مطالعے سے جہاں ذوقِ شاعری اور لطف کا سامان فراہم ہوتا ہے وہیں افکار و جذبات کی ترتیب کا پہلو بھی نکلتا ہے لیکن ہر جگہ شاعری کی لطافتیں اور نزاکتیں غالب رہتی ہیں۔ کہیں بھی وعظ و نصیحت کا پیرایہ نہیں، دراصل یہ کلام سر بسر ایک عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وارداتِ روحانی ہے۔ جس کو اس کے سیاق و سباق میں پڑھنے سے ایک سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور پڑھنے والا خود کو اس وارداتِ روحانی میں شریک محسوس کرنے لگتا ہے۔

اس قبیل کے یہ اشعار دیکھیں:

اے دلِ مضطر ہوش میں آ ذرا کون کہتا ہے فکر و نظر چاہیے
بات ایماں کی ہے اور پھر غیب پر اس میں کامل یقیں خاصکر چاہیے
کچھ زیادہ نہیں کم سے کم ہی سہی دل کو تھوڑی بہت کچھ تسلی تو ہو
ذکر یا رب ترا تیرے محبوب کا ترے احسان کا عمر بھر چاہیے
ڈھونڈنے پر بھی نہیں ملتا ہے جب سایہ ترا
کیا کسی کے پھر سمجھ میں آئے گا رتبہ ترا
یہ عنایت ہے خدا کی اور نوازش آپ کی
میرے دل میں حسرت وارماں ہے خواہش آپ کی
شفاعتِ حرز جاں ہے گنبدِ خضریٰ کے سائے میں
متاع دوجہاں ہے گنبدِ خضریٰ کے سائے میں
رواداری ،محبت ،انسیت پروان چڑھتی ہے
خلوصِ بیکراں ہے گنبدِ خضریٰ کے سائے میں

مدینہ کے گلی کوچے ہیں سب کچھ غیر معمولی
زمیں رشکِ جناں ہے گنبدخضریٰ کے سائے میں
نعت گوئی کا شرف مجھ سے گنہگار کے ساتھ
ایک ناچیز درِ شہ پہ دستار کے ساتھ
کردیا زیست کو یوں میرے نبی نے روشن
ہوگئے جس سے محبت کے قرینے روشن
جبین شوق ہوگی اوران کانقشِ پا ہوگا
نیاز وناز کا اس طرح قائم سلسہ ہوگا
یہ نسخہ ہے گناہوں کو کثافت دور کرنے کا
مدینہ دیکھنے سے دل مصفا آئینہ ہوگا

نازؔ رانی بنوری

نازؔ رانی بنوری کی پیدائش وکوائف معلوم نہ ہوسکے ہر چند میں نے محترم ظہیرؔ رانی بنوری وشعراے ہری ہرو داونگیرہ سے تفصیلات جاننا چاہا۔

یا نبی آپ کے کوچے میں بسیرا ہوتا
سبز گنبد کا مری بخت میں پھیرا ہوتا
یہی تمنا مری اور یہی مری معراج
سر ان کے در پہ ہو آئے قضا مدینے میں
بھٹکتا کیوں ہے تو طیبہ میں آ کے دیکھ ذرا
سنہری جالی میں ہیں جلوے خدا کے دیکھ ذرا

نازؔ صاحب کوشہرِ رسول مدینۂ منورہ سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی،اورآپ کے کلام میں فرقتِ مدینہ کا جابہ جا ذکرِ جمیل ملتا ہے،آپ نے مدینۂ طیبہ جانے والے مسافروں سے جس گہرے درد وکرب اورسوزِ قلبی سے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم میں سلام عرض کرنے کا اظہار کیا ہے وہ آپ کی شہرِ مدینہ کے تئیں فدا کارانہ سرشاری اور والہانہ وارفتگی کو عیاں کرتا ہے۔بالخصوص نازؔ صاحب نے مسافرینِ مدینۂ طیبہ کی روانگی کے مقدس موقع پر جو نعتیں کہی ہیں انھیں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئیں۔ہر سال زائرینِ حرمین شریفین کی الوداعی محفلوں میں خوش عقیدہ مسلمان ان نعتوں کو ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں۔ان نعتوں کا کربیہ آہنگ ہمیں خوشبوٗ اور نوٗر سے ہم کنار کرتا ہے اور وہ قاری وسامع کو اپنے ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے؛روح وقلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے،بے اختیار فرقتِ مدینہ کے تصور سے آنکھیں چھلک پڑتی ہیں،اور ایک کیف آگیں جذبات واحساسات کی چادر تن جاتی ہے۔میرا وجدان کہتا ہے کہ ان شاء اللہ نازؔ صاحب کی یہ نعتیں آپ کو میدانِ محشر میں ضروٗ رسرخروٗ کریں گی،چند اشعار نشانِ خاطر ہوں:

یا رب میرے نبی کلمہ دہن سے نکلے
چوکھٹ پہ ان کے سر ہو جان تن سے نکلے

چھائی ہے رحمتوں کی گھٹا تیرے شہر میں
فردوس کا ملے ہے مزہ تیرے شہر میں

اعجاز ہے یہ تیرے پسینے کا آج بھی
لپٹی ہے خوشبوٗں میں ہوا تیرے شہر میں

ہمیں پوچھتے کیا ہو توصیفِ احمد
خدا نے کیا قرآں اتارا نہیں

وہی درحقیقت غلام آپ کا ہے
تصور میں جس کے قیام آپ کا ہے

تاج نوردریا

علامہ تاج قادری کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔نوردریا قادری مشائخ گھرانے میں آپ نے آنکھیں کھولی ۔اوریلارتی شریف، ادونی، اوررائچور میں واقع اپنے اسلاف کے آستانوں کے سجادہ نشین ہیں،افضل العلما بھی ہیں اورتاج المشائخ بھی۔ رائچورمیں دینی وادبی اداروں کے سرپرست ہیں۔

ڈاکٹرسید تاج الدین کی جائے پیدائش ادھونی میں ۱۱ستمبر ۱۹۵۹ کوہوئی اورابتدا تا میٹرک تک کی تعلیم بھی ادھونی ہی سے حاصل کی۔اور،کرنول سےافضل العلماء،طبیب کامل، بی یوایم ایس، ایم، وایل، ایم اے عربک وغیرہ کی تعلیم مکمل کی۔ ذریعۂ معاش طبابت ہے۔

1976 سے شعرکہتے ہیں۔خدمتِ خلق ان کا وطیرہ ہے۔بےشماراداروں کا قیام آپ کی ذات سے ہواہے،مختصرفہرست کچھ یوں ہے۔

بانی دارالعلوم قادریہ

بانی مدرسہ حسینی توکلی نوردریا

صدر نوردریا ایجوکشنل چارٹیبل ٹرسٹ 1980 سے تا حال

سابق صدر جامع مسجد صراف بازار چیرمین 1987

(تعمیری کاموں میں مصروف رہے)

صدر علمائے اہل سنت ضلع رائچور

تصانف:

۱) تجلیاتِ حرمین

۲) انوارِ مدینہ

۳) انوارِ حرم

۴) انوارِ خیر الوریٰ

۵) انوار غوث الوریٰ

قادریہ سلسلے سے روحانی نسبت نے تاج صاحب کے ذوق نعت گوئی کو جلا بخشی اور تصوف کی وادیوں کی بادیہ پیمائی نے انھیں قلبی گداز اور عشق نبوی کی دولت گرانمایہ سے بہرہ ور کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتیہ شاعری میں صرف لفظی درو بست نہیں ہے بلکہ حضور اکرم ﷺ سے قلبی تعلق کی حسیت بھی ان کے شعر عقیدت کے حرف حرف میں پیوست ہے۔

تلمیح قرآنی:

نماز عصر میں حکم خدا سے پھیر لینا رخ
ہے تفسیر قولِ وجھک سرکار کی خواہش

تلمیح حدیث:

معطی کل ہے خد قاسمِ کل مصطفیٰ
شرم سے مت سر جھکا مانگ ارے مانگ

عقائد اہل سنت اور نکاتِ تصوف کی چھاپ جگہ جگہ ملتی ہے اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جان ایمان اور حاصل ایمان قرار دیتے ہیں: مثلاً

خدا کو لاکھ تم چاہو مومن نہیں ہوں گے
محمد کی محبت کا اگر انکار ہو جائے
کرو جو لاکھ عبادت بھی تو کیا حاصل
محبتِ شہِ ذی شاں نہیں تو کچھ نہیں
دو روزہ زندگی پہ نہ اترا تو اس قدر
ہو کر فنا تو شیخ میں اپنی بقا کو دیکھ
بھلا نصیب کہاں حق کی ہو شناسائی
خودی کا خود ہی کو عرفاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
پیر کامل سے ہوا راز حقیقت ظاہر
قطرہ دریا میں ملا تھا مجھے معلوم نہ تھا

گستاخان رسول بدعقیدہ فرقوں اور ملت کے دشمنوں کی بہ بانگ دہل یوں مذمت کرتے ہیں۔

دیار ہند میں نجدی وہابی بدعقیدہ ہے
بچالے اب برائے احمدِ مختار یا اللہ
قادیانی ہوں نجدی ہوں کہ وہابی ہوں
میرے سرکار کو ان سب سے حقارت ہوگی
طبلچی بد عقیدہ ہو کے کیا اسلام بچائے
ہزاروں لعنتیں تجھ پر لعیں فی النار ہو جائے

تاج کی شاعری میں نہ مبالغہ آرائی ہے نہ حقیقت سے انحراف۔ اس کا ثبوت مندرجہ ذیل اشعار دیکھئے۔

جس کو مرے حضور کا پاسِ گر نہیں
اس کی یہاں پہ حاضری کچھ معتبر نہیں

قلب مضطر تھا دید کو جس کے
اب وہ گنبد ہرا نظر آیا
زندگی کا سفر مدینہ ہے
خلد کا خاصب در مدینہ ہے
حدیث مصطفیٰ پر مرحبا صد مرحبا کہئے
طریق مصطفیٰ راہِ الٰہ بولوں بجا بولوں
جو لا مکاں کی سیر کو خیرالبشر گئے
قدموں سے ان کے عرش کے در در نکھر گئے
سن کے اور پڑھ کر کہا ہے نعت احمد آج تک
آج منظر دیکھ کر کردوں گا مدحت آپ کی
سجدہ شکر کرتے رہئے گا
سرمہ آنکھوں کا ہے غبار رسول

سید شاہ قاسم القادری

آپ 26 جنوری 1941ء میں رائچور میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ فوقانیہ عثمانیہ رائچور میں میٹرک تک کی تعلیم حاصل کی۔ گھر کا ماحول دینی وروحانی ہونے کی وجہ ان کی تربیت پر مذہب کا گہرا اثر رہا۔ ان کے دادا حضرت سید ناصر الدین محمود بخاری کا تعلق روحانیت وتصوف سے گہرا تھا، اور پیر طریقت بھی تھے۔ اور نانا غلام محبوب مغموم صاحب نے آپ کی دینی تعلیم وتربیت میں کافی رول ادا کیے۔ ۱۹۶۴ سے ۱۹۹۹ تک محکمۂ جنگلات میں سینئر ٹائپسٹ رہے۔

اگسٹ 1981ء میں حضرت سید سلمان الگیلانی کے دست پر بیعت کی۔ ۱۹۹۶ میں حضرت سید شاہ قادر علی پاشاہ شہ مری نے خرقۂ خلافت سے نوازا اور بخاری شاہ شہ میری کے خطاب سے مخاطب کیا۔ آپ کو شاعری میں اپنے ماموں جناب غلام رسول دلگیر سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ کافی عرصہ تک ڈھکن رائچوری کے نام سے مزاحیہ شاعری کی۔ بیعت کے بعد مزاحیہ شاعری ترک کیئے۔

تادمِ تحریر (شیدا رومانی، تاج نورِ دریا کی روایت کے مطابق) کافی علیل ہیں۔ اللہ انہیں شفائے عطا فرمائے۔

شمعِ ایماں کو کیا جب سے نبی نے روشن
ہو گئے ان کے غلاموں کے ہیں سینے روشن
ہو گئے شرک و ضلالت کے اندھیرے نابود

جب نبی نے کئے توحید کے زینے روشن
ہم کو سرکار کے صدقے میں ملی راہِ نجات
زہد و تقویٰ کے ہوئے سارے قرینے روشن
التجا رب سے ہے قاسمؔ کی یہی تا بہ حیات
دل میں اس کے رہیں ایماں کے خزینے روشن

قاسم القادری کے کلام میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے معطر ہے ۔سلیس بامعنی،۔ اورنغمہ ریز الفاظ کے برمحل وبرجستہ استعمال نے کلام میں جان ڈال دی ہے، بیان میں روانی وشگفتگی، اسلوب میں عمدگی اورخیال میں تابندگی سے قاری متاثر ہوئے بغیرنہیں رہ سکتا۔ مثلاً

لب پر ہے نعت پاک رسولِ انام کی
یہ خوش نصیبی دیکھئے ان کے غلام کی
معراج ہے عرش رسا کے مقام کی
ظاہر ہے شان رفعتِ خیرالانام کی
موضوع میرا عشق ہے ہوں عشق رسول
سجدہ کی بات ہے نہ رکوع و قیام کی
دیدار ہوگا ساقیٔ کوثر کا مجھ کو بھی
رقصاں ہے دل میں آرزو کوثر کے جام کی
کیا پوچھتے ہو کیسی مہک ہے یہ آس پاس
خوشبو ہے یہ پسینۂ خیرالانام کی
پہنچوں گا کب میں روضۂ اقدس پہ یا خدا
کس روز پوری ہوگی ییہ حسرت غلام کی
قاسمؔ ہے مجھ کو نسبتِ آلِ رسول پاک
اولاد ہوں میں جعفرصادق امام کی

قاسم قادری نعتیہ شاعری میں متنوع موضوعات نے شعری لباس میں اظہار پایا ہے لیکن ان کی دلی تمنا نعت کہنے اور کہتے رہنے کی ہے۔یہی تمنا ان کی روح کا نغمہ بن کر شعروں میں ڈھل گئی ہے۔اس تمنا کے مختلف روپ شعر عقیدت کے پھول بن کر گلستان نعت میں مہک رہے ہیں۔

بطور ثبوت نعت رنگ کا یہ اقتباس۔عارف منصور رقمطراز ہیں

جہاں تک شاعری کا تعلق ہے،سیّد شاہ قاسم القادری نے سیدھے سادے الفاظ میں اپنے جذباتِ عقیدت نظم کیے ہیں۔شاعری میں کہیں کوئی گہرائی یا سوچ کے پہلو دکھائی نہیں دیتے ہیں۔عقیدت اور محبت بڑی کثرت سے نظم کی گئی ہیں۔ سیدھے سادے اشعار میں دل میں اُتر جانے کی قوت موجود ہے۔کچھ اشعار دیکھیے:

عاشقِ احمد کے دل پر دیکھیے
ہوگئی ہے مہرباں یادِ رسول

☆

بنے ہیں چاند سورج کہکشاں بس آپ کی خاطر
جہاں اک ہی نہیں دونوں جہاں بس آپ کی خاطر
شفاعت آپ کی ہوگی بروزِ حشر اُمت پر
یقینا رب ہمیں دے گا اماں بس آپ کی خاطر

وارفتگی اور طبیعت کی روانی کے سبب کہیں کہیں شاعر عربی لفظوں کے استعمال میں اوزان سے صرفِ نظر کرنا محسوس ہوتا ہے۔جیسے بشریت میں ش مفتوح ہے اور اسے ساکن استعمال کرنا وغیرہ۔بہر حال مجموعی طور پر جذباتِ محبت،عقیدت سے سرشار یہ مجموعۂ کلام اپنی انفرادی پہچان بنانے کی اہلیت رکھتا ہے۔

حافظ کرناٹکی

محترم حافظ کرناٹکی اپنے علاقے مشہور شاعروں میں سے ۔منظوم سیرت بنام ''ہمارے نبی'' پڑھتا جاتا تھا اور یہ واقعہ واضح سے واضح تر ہوتا جاتا تھا کہ جب حضور نبیٔ کریم ﷺ نہاں خانۂ دنیٰ فتدلّٰی سے واپس آئے اور حضرت کعب ابن ولید رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالتمآب میں ایک قصیدہ پیش کیا جس میں انھوں نے معراج شریف کے بعض نہایت اہم مقامات اور واقعات کا مضمون و مفہوم قصیدے میں نظم کیا تھا۔قصیدہ سُن کر صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ کیا یہ مضامین جو کعب نے نظم کیے، صحیح و درست ہیں؟ اور اگر یہ صحیح ہیں تو کعب کو ان کا علم کیونکر ہوا؟ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جواباً ارشاد فرمایا ''الشعراء تلامیذ الرحمن''، یعنی (سلیم الطبع) شعرا اللہ تعالیٰ کے (اس کی ذات و شان کے لائق) شاگرد ہوتے ہیں۔

گو کہ اصنافِ سخن میں صنفِ نعت گوئی جہاں نہایت پاکیزہ اور نازک و معصوم ترین صنف ہے اور اس کا کہنے والا قدوسیوں میں شمار ہونے لگتا ہے، وہیں بے حد مشکل اور جاں گسل بھی ہے۔محتاط حضرات کا کہنا ہے کہ نعت کہنا تلوار پر چلنے سے بھی زیادہ مشکل ہے

اس لیے کہ شاعر اگر غلو اور بے احتیاطی میں پھنسا تو توحید کی حدوں تک پہنچ جائے گا اور عبد و معبود کے فرق کو مٹا تا ہوا نظر آئے گا، جو کھلا ہوا کفر عظیم ہے۔

اور اگر ممدوح انبیا علیہ التحیۃ والثنا کو منصبِ رسالت اور منزلِ عظمت سے نیچے لے جانے کی کوشش کرے گا تو زندگی بھر کے اعمال بیکار اور غارت کئے جائیں گے۔

بچوں کے ادب کے امام حافظ کرناٹکی الحمدللہ اس میدان میں باہوش ومحتاط، حلیم الطبع وسلیم الفکر نعت گو شاعروں کی صف میں نظر آرہے ہیں۔ تعقید لفظی و معنوی دونوں سے بچتے ہوئے نہایت آسان اور سادگی کے ساتھ اپنے مافی الضمیر کو شعر کی شکل میں پیش کرنے کا ملکہ حاصل ہے۔ آورد کا تو نام ونشان نہیں، ہر جگہ آمد ہی آمد نظر آتی ہے۔

سنگ کو سختی گل کو نزاکت دی رب نے
جیسی تھی جس شئے کو ضرورت دی رب نے

مری دعاؤں پہ آمین کہہ اٹھیں پتھر
کچھ اس طرح کا زباں میں اثر عطا فرما

کعبۂ دل سے ہٹائے تو نے نفسانی صنم
تیرے صدقے میں ہوئی ہے آدمیت محترم

خاک کے پتلے کو تو نے ماہِ کامل کر دیا
بے سہاروں کو سہارا بے گھروں کو گھر دیا

دشمنوں کو اے حافظ گالیوں کی سرحد سے
رحم کر کے لاتے تھے وہ دعا دامن میں

آگ یوں تو دوزخ کی سر اٹھائے گی لیکن
وہ ہمیں بلالیں گے مسکرا کے دامن میں

یہ ناممکن تھا کہ حافظ کرناٹکی سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت و ثنا کریں اور سرکار کے عاشقوں میں سے کسی کا ذکر نہ کریں۔ کئی اشعار اس بات کی روشن مثال

تھے۔ چند یک شعر پیشِ خدمت ہے ؎

جو ذکر شاہ والا میں سرشار ہوگیا
سمجھو کہ وہ بہشت کا حقدار ہوگیا
اس چشمِ خوش نصیب پہ دوزخ حرام ہے
جس کو رسول پاک کا دیدار ہوگیا
دوزخ جلاسکے گی نہ حافظ اسے کبھی
نس نس میں جس نے عشق نبی سمولیا
عشق نبوی ہے معراج ایمان کی
عشق ان کا نہ دل سے جدا کیجئے

حافظ کی یہ جرأتِ رندانہ ہے کہ کہیں کہیں تو وارفتگی کے عالم میں مفتیوں کا خوف بھی دل سے نکال کر شعر کہہ ڈالتے ہیں۔ اس میدان میں شاید ہی انھیں کوئی اپنا ساتھی ملے۔ فرماتے ہیں ؎

کوہِ طور چھان آئے جس کی آس میں موسیٰ
وہ حسین جلوہ تو، حرا کے دامن میں
اللہ کہہ رہا ہے محمد کو دیکھ کر
اب کس کو دیکھنا ہے محمد کو دیکھ کر

ایک سرسری مطالعے کے لئے چند منتخب اشعار مندرجہ ذیل ہیں

سارے نبیوں میں وہ نرالا ہے
جو رسالت کا اک رسالہ ہے
ہر کسی کا نہیں ہے وہ حصہ
عشق احمد کا جو پیالہ ہے
ہیں در پہ نبی کے ہزاروں بھکاری

وہاں جاکے بن جائے قسمت ہماری
تھا خوشبو کا پیکر نبی کا سراپا
منور تھا سورج کی مانند چہرا
مرے دل میں عشق نبی کا ہے شور
چلو لے کے مجھ کو مدینے کی اور
دوستو کوئی بے جا ستائش نہیں
عشق احمد ہے یہ کچھ نمائش نہیں
روز و شب لب پہ ہے میرے صلی علیٰ
یہ عقیدت ہے کوئی پرستش نہیں
چرخ پر جتنے چاند تارے ہیں
نور احمد کے وہ نظارے ہیں
گھپ اندھیروں میں روشنی آئی
آپ آئے تو زندگی آئی

مجموعی طور پر حافظ کرناٹکی کے نعتیہ شعری مجموعے ایسے ہیں جو سوز و ساز و درد و داغ و جستجو و آرزو کی ایک تابندہ مثال ہے

ریاض احمد خمار

ریاض احمد کا تخلص خمار ہے۔ آپ کی ولادت 9 ڈسمبر ۱۹۵۵ء کو رام نگرم میں ہوئی۔ مستقل طور پر اب بنگلور میں مقیم ہیں۔ آپ نعت گویان کرناٹک میں نمایاں نام ہیں۔ آپ کی نعتیہ شاعری شرعی وشعری سقم نہ کہ برابر ہیں۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں:

۱) جزیرہ امید کا

۲) سرحد یقیں کی

انعامات واعزازات:

۱) کرناٹک اردو اکاڈمی ایوارڈ

۲) پاسبان گولڈن جوبلی ایوارڈ

۳) انجمن ترقئ فنکارانِ اردو

مرکزی انجمن شمع ادب کرناٹک

لائنس کلب آف رام نگرم

بزمِ تمنا

اس کے علاوہ ایک لمبی فہرست ہے۔

ریاض احمد خمار کا مسلک انسان دوستی، خلق خدا کی خدمت ، پرورش لوح وقلم ہے۔ یہی فکر اور مسلک نے ان کے قلم سے نور نور ہی نکالے ہیں۔ اور وہ ہمارے سامنے ''سرحد یقیں کی'' شکل میں ہے۔۔ حمد میں استمداد اور استغاثہ بہت خوب صورتی سے نظم کیا گیا ہے، کچھ اشعار دیکھیے:

نوائے ابتدا لکھ دے دعائے ابتدا لکھ دے
مرے دل کی ہر دھڑکن بنامِ مصطفیٰ لکھ دے
تو لکھ دے دوسروں کے نام ساری مملکت، لیکن
مرے حصے میں بس عشق حبیب کبریا لکھ دے

یہ دو شعر ہی خمار کی نعتیہ شاعری کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ کیوں کہ ان کی نعتیہ شاعری کا محور و مرکز عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ عشقِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرنوں نے ان کے دل کے ظلمات کو کاشانۂ نور میں بدل دیا ہے۔

جس رخ سے چاہئے دیکھئے سیرت کا آئینہ
کردار آپ کا ہے صداقت کا آئینہ
اظہار عقیدت کی مگر بات الگ ہے
ایمان واطاعت کی مگر بات الگ ہے
ہم زمیں ہیں ،آسماں ہے نامِ اطہر آپ کا
کہکشاں در کہکشاں ہے نام آپ کا
کس درجہ دلنشیں ہے سرحد یقین کی
عمدہ ہے بہترین ہے سرحد یقین کی
کہتے ہیں لوگ جس کو مدینہ منورہ
بے شک وہ سرزمین ہے سرحد یقین کی

بیش تر کلام میں بے ساختگی اور جذب کی کیفیت نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے

ریاض احمد خمار نعتیہ شاعری میں اپنا ایک علاحدہ زاویہ نظر رکھتے ہیں۔ یہی مخصوص زاویہ نظر حمد و نعت کی شاعری میں بھی واضح طور پر محسوس ہوتا ہے سورج کی بات اور رخِ آقا کے سامنے

قطرے کا ذکر گویا ہے دریا کے سامنے
ہمارے واسطے یہ احتشام کافی ہے
رہیں ہم آپ کے بن کر غلام کافی ہے
زیست میں جس کی ہے شامل سنت خیرالوریٰ
اس کو ہوتی ہے میسر قربتِ خیرالوریٰ

اور نعت میں خوب صورت خیالات اپنی الگ بہار دکھاتے ہیں۔ بطورِ نمونہ دیکھیے:

بڑھتی گئی پل پل مرے افکار کی خوشبو
کیا خوب ہے عشق شہِ ابرار کی خوشبو
دل جن کے ہیں ایماں کی تجلی سے منور
ملتی ہے انہیں دامنِ سرکار کی خوشبو

نعتیہ غزلوں میں البتہ کہیں کہیں غزل کا رنگ زیادہ غالب آ گیا مثال دیکھیے:

سوزِ دل سوزِ نظر سوزِ جگر رکھتے ہیں
آپ کی یاد پلکوں پہ گہر رکھتے ہیں

واقعتاً خمارؔ نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاعری ہے ۔مگر خمار کا زور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے۔ اور یہی درست بھی ہے۔

خمار کے یہاں حسن کاکوروی کا حسنِ تکلّم، امام احمد رضا بریلوی کا عاشقانہ وقلندرانہ ترسیلِ جذبات، حالیؔ کی حزنیہ لَے، اقبالؔ کی تمازتِ فکر اور عشقِ رسول کا جوش وخروش سب کچھ نمایاں طور پر محسوس ہوتا ہے۔

سید محمد محی الدین شاہ قیس

سید محمد محی الدین قیس کی 15 اگسٹ 1985ء کو بمن ہلی تعلقہ ہانگل میں خانقاہی گھرانے میں آنکھیں کھولی۔ خانقاہی مزاج نے عشق رسول ﷺ، خدمت خلق جیسے عمدہ نقوش مرتب کئے۔ جامعہ نظامیہ حیدرآباد سے درسِ نظامی کی تکمیل کی۔

سید یحیٰ انصاری صاحب رقم طراز ہیں:

''محمد محی الدین شاہ قیسؔ اشرفی کا ازہار مدینہ کی شکل میں نعتیہ کلام کا حسین گلدستہ سجایا ہے۔ نعتیہ شاعری صرف زبان کا ذائقہ ہی نہیں بلکہ رُوح کی غذا بھی ہے۔ جسم مثل آئینہ ہے جس میں رُوحانی جلوے دِکھائی دیتے ہیں۔ رُوحانی غذا اسے ہی رُوحانیت کا ارتقاء ہوتا ہے۔ اعمال سے زیادہ صحبت اثر کرتی ہے کیونکہ یہی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ شیخ کی صحبت اور محبت سے ہی رُوحانی وَباطنی فیوض حاصل ہوتے ہیں۔ دِل کا آئینہ مُرشد کی صحبت سے جِلا پاتا ہے اور نا اہلوں کی صحبت سے سیاہ ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فیض ہم پر اُس وقت تک نہ ہوگا جب تک ہمارے دِل میں عشقِ رسول ﷺ اور محبتِ شیخ پیدا نہ ہو......الختصر......سید محمد محی الدین

شاہ قیسؔ اشرفی کی شاعری حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ رئیس المحققین سید المفسرین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی سے سچی عقیدت وَ محبت' اٹوٹ وابستگی کا ثمرہ اور فیضانِ بیعت وَ صحبت ہے جس کا اظہار بغرضِ تحدیث نعمت قیسؔ نے اپنے کلام میں کیا ہے' واضح رہے کہ یہ نجد کا قیس (مجنون) نہیں جو عورت (لیلیٰ) کی نفسانی محبت میں نجد کی گم راہ وَادیوں اور ریگستان میں بھٹکتا پھرا...... یہ مدنی قیسؔ ہے جو محافل کو ازہارِ مدینہ سے مہکاتا ہے :

شیخ مدنی کا ہوں میں دیوانہ' شیخ اعظم ہے میرا نگینہ
اپنی پلکوں کو نیچے جھکا کر' تو سلام میرا رو رو کے کہنا

حقیقت میں تجھ کو وَلی دیکھتے ہیں
یہ ہم کیا جہاں میں سبھی دیکھتے ہیں
نہ بھایا کوئی بھی نگاہوں کو میری
یہ ہے تیرا گلشن سہانہ سہانہ
ترے دَر پہ جھولی بھری دیکھتے ہیں
کہ تجھ میں وہ بوئے علی دیکھتے ہیں
تجھے ایسا یارِ نبی دیکھتے ہیں
مسرت سے کھلتی کلی دیکھتے ہیں
نگاہوں میں تیرے نمی دیکھتے ہیں
فقط تیری شوکت بڑی دیکھتے ہیں
فقط یار کے دَر خوشی دیکھتے ہیں
جب سے نگاہِ یار پڑی مجھ حقیر پر
شیخ کی صحبتیں جب سے ہم کو ملیں

یہ قیسؔ تب سے حق کا طلب گار ہوگیا
فیض سرکار کا اُن سے پانے لگے
مرے شیخ تجھ پر میں کیا کیا لٹاؤں
نہیں قیسؔ کا کچھ ' جو ہے وہ ترا ہے
دُعا ہے خدا سے نہ ہو دُور ہم سے
مرے دِل کا اب یہ چمن بھی ہے تیرا
یہ جسم بھی جاں بھی یہ من بھی تیرا ہے
وہ پیر مُغاں میرا یار اللہ اللہ
مرے ہاتھوں سے مولیٰ جام یہ گرنے نہیں دینا
مرے مشرب سے مجھ کو جام بھر بھر کے پلا یارب
مری خواہش نہیں کہ قیسؔ وہ آئین مل جائے
شراب ساقیٔ بے خود سے بس تسکین مل جائے
نہ کوئی خوبرو زلفی مہہ وپروین مل جائے
لئے ہاتھوں میں جامِ وصل محی الدین مل جائے

قیسؔ کی نعتیہ شاعری میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خُلقِ عظیم، صبر وشکر، عفوو درگزر، وسعتِ علم، شفقت ورحمت، سخاوت وایثار، عزم واستقلال، قوت وشجاعت، صدق وصفا، عفت وحیا، عدل وانصاف، ذوقِ عبادت، شفاعتِ کبریٰ اور مرتبۂ قربِ خاص کا صراحت کے ساتھ ذکر ملتا ہے۔ جو قیسؔ کے عالمانہ، شاعرانہ اور قائدانہ تینوں اندازِ فکر کے ساتھ ان کی حبیب ربّ العالمین سے کامل وابستگی، محبت وعقیدت، عاجزی وفروتنی، وارفتگی وسپردگی کا غمّاز ہے۔

آمدِ مصطفیٰ جس گھڑی ہو گئی
بت گرے منھ کے بل بت کشی ہوگئی

چاند نکلا فضا چاندی ہوگئی
ساری دنیا میں پھر روشنی ہوگئی
گستاخِ اہل بیت کا سر کاٹ دوں گا
سلطاں ہو یا گدا کبھی ڈرتا نہیں ہوں میں
جب سے لگی ہے لو مری سوئے رخِ صنم
نظروں کو میری غیر پہ کرتا نہیں ہوں میں

المختصر ایں کہ ان مجموعہائے کلام میں عشق کی خوشبو، عقیدت کی چاشنی، جذبے کا بہاؤ، درِ رسول پہ حاضری کی تڑپ، فراق وہجر کی داستان، شفاعت کی طلب، اپنے پاکیزہ عقیدہ کا اظہار، امت مسلمہ کی زبوں حالی پہ دکھ کا احساس، ان کی طرف نظر کرم کا استغاثہ اور وہ سب کچھ ہے جو ایک عاشق صادق محبوب کا دامن امید تھامے ہوئے مچل مچل کے کہہ سکتا ہے۔ اپنے ان پاکیزہ جذبات کے اظہار کے لئے انہوں نے اردو اور فارسی دونوں زبانوں کا وسیلہ لیا ہے اور جس شگفتہ لب ولہجہ اور شیریں وشستہ انداز میں اپنے افکار کی تجسیم کی ہے اس سے ان کی قادر الکلامی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ یقین نہ ہو تو ذیل کے اشعار دیکھیں:

غم کو شادِ سرمدی لکھتا رہا ہوں میں
دردِ دل کو چاشنی لکھتا رہا ہوں میں
جو اپنا بنائے وہ فن بھی ہے تیرا
کہ مخمور ایسا سخن بھی ہے تیرا
ستارے زمیں کی تمنا کریں گے
صد اعلیٰ گگن سے صحن بھی ہے تیرا
مرے مصطفیٰ کا دیار اللہ اللہ
کہ طیبہ ہی دل کا قرار اللہ اللہ

ڈاکٹر وحید انجم

ڈاکٹر وحید انجم نے 27 ڈسمبر 1954ء کو آنکھیں وا کی۔ والد گرامی محمد رکن الدین اور والدہ صاحبہ صفیہ بیگم تعلیم یافتہ ملنسار، خوش اخلاق خوش عقیدہ تھے۔ والدین نے آپ کا نام محمد وحید الدین رکھا، آپ گلبرگہ کے رئیس و امیر خاندان سے ہیں۔ آپ کی تعلیم ایم اے سیاسیات، ایم اردو ادب، پی ایچ ڈی ایل ایل بی ہے۔ آپ کی پہلی غزل 1976 میں رہنمائے دکن میں شائع ہوئی۔ آپ گلبرگہ کی گوناگوں اور کثیر الطبع کتب کے مالک ہیں، آپ کی انعامات و اعزازت، کتب کی تفصیل کافی طویل ہے۔ نیز آپ نے ادب کی ہر صنف پر اپنے تابندہ نقوش چھوڑے ہیں۔

کچھ اہم تصانیف:

۱) ابر رحمت

۲) جانے پہچانے

۳) زخموں کی زبان

۴) کڑی دھوپ کا سفر

۵) منظر دھواں دھواں

۶) آخری موسم

۷) اختر صبح

۸) اظہر افسر۔۔۔ اردو ڈرامہ

وغیرہا

ڈاکٹر وحید انجم کی کی شاعری میں برجستگی، سلاست، روانی، فصاحت و بلاغت کا دور دورہ ہے۔ پیچیدہ اور سخت سے سخت مضامین کو اس آسان تراکیب الفاظ اور خوش اسلوبی

سے شعر کے پیکر میں ڈھالتے ہیں کہ وہ مضامین انہیں محافظت میں ہو کے رہ جاتے ہیں۔

چند اشعار بطور امثال ملاحظہ ہوں ؎

عرب کے دَشت میں غنچے کھلانے مصطفیٰ آئے
گدا و شاہ میں تفریق تھی سرکار سے پہلے
عرش پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں فرش پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں
کہ بن کر نور ، ظلمت کو مٹانے مصطفیٰ آئے
یہی تفریق دنیا سے مٹانے مصطفیٰ آئے
بندے رب کے وہی محبوب ہوا کرتے ہیں
اس کے محبوب کی مدحت جو کیا کرتے ہیں
کن سے پہلے بھی تو تھا نورِ محمد کا وجود
عرش والے تو ازل سے ثنا کرتے ہیں
جب زمیں پر نبی کا پسینہ گرا
سر جُھکے عقیدت سے مصطفیٰ کی چوکھٹ پر
دُھل ہی جایں گے انجم سب گنہ یہاں آکر
بس شافعِ محشر کی نظر اُس پہ رہے گی
گنبدِ خضرا تو ہے اہلِ نظر کا مرکز
منبع فیض و عطا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہر
ہو مجھکو عطا روضۂ اطہر کی زیارت
کچا گھر نبی کا، چٹائی تھی فرش پر
تسکینِ قلب و جان ہے نعتِ نبی وحیدؔ
بشر کی شکل میں ظاہر ہوا ہے نور دھرتی پر

ایسے نازک ترین لمحات میں جبکہ اسلام کے نام پر عظمتِ توحید کے پردے میں

توہینِ رسالت کی گمراہ کن اور ایمان تراش تحریکیں دشمنانِ اسلام کی کوکھ سے جنم لے رہی ہوں، عظمت وتوقیرِ رسالت کا مقدس پیغام ہرایک عام آدمی تک پہنچانا ایک عظیم فرضِ کفایہ کی ادائیگی کا درجہ رکھتا ہے۔زیرنظر مجموعہ کلام انجم صاحب کی پاکیزہ محامد ونعوت کے حسین گل دستے ہیں۔ جوموصوف کے حسنِ عقیدت اور بارگاہِ رسالت سے ان کی سچّی اُلفت و محبت کا آئینہ دار ہے۔جس میں انجمؔ نے ممدوحِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محامد و محاسن اور اخلاق وکردار اور سیرت کو ایسے پاکیزہ اور اچھوتے انداز میں پیش کیے ہیں کہ روح جھوم جھوم اُٹھتی ہے اور بڑی سادگی سے یوں کہتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں ؎

نبی کے ہاتھ سے ہی رحمتیں تقسیم ہوتی ہیں
سمجھا نہیں ہے ذاتِ نبی کو بشر ابھی
سرکار کو تھا ناز فقیرانہ حال پر
دیکھا ہے رب کو آپ نے معراج میں ہے سچ
حق پرستی سے متصف ہے گھرانہ تیرا
مصطفیٰ انسانِ کامل ہیں شہ ابرار ہیں
سلطان کی حیاتِ فقیرانہ دیکھئے
محمد رازِ حق نور الھدیٰ تشریف لائے ہیں
زمانہ منتظر تھا احمدِ مختار آئیں گے
معیارِ آدمیت کو بڑھانے مصطفےٰ آئے
شعورِ حق ملا طرزِ عبادت مل گئی سب کو
محمد کے وسیلے میں ہدایت مل گئی سب کو

ڈاکٹر وحید انجمؔ نے نعتیہ شاعری کو صرف فن کی طور پر نہیں بلکہ عبادت کے طور پر برتا ہے۔

صبیح حیدر

صبیح حیدر کا اصل نام سید صبیح حیدر ہے۔آپ کی پیدائش ۲ جون ۱۹۴۵ کو گلبرگہ میں ہوئی۔ گریجویٹ تک کی تعلیم حاصل کی اور تصویر سازی (فوٹو اسٹوڈیو) کی دکان تھی۔ جب میں سن 2012 میں یادگیر میں ''ٹاپ نیوز ویکلی'' اخبار میں ادارت کے فرائض انجام دے رہا تھا۔اس وقت صبیح حیدر کی طبیعت ناساز تھی۔ عیادت کے لئے حاضر ہوا تھا۔اس کے چند دن بعد کی دل دہلا دینے والی خبر ملی کہ آپ رحلت کر گئے۔آپ عوام میں آپ قومی شاعر اور غزل گو اور نظموں کے شاعر مقبول رہے۔جنوبی ہند اور شمالی ہند کے آل انڈیا مشاعروں میں نامور شاعروں کے ساتھ شرکت کیے۔ان کے مجموعوں کی فہرست یوں ہے:

۱) بچوں کے قومی گیت ۱۹۹۲

۲) روحِ ترنم (غزلیات) ۲۰۰۲

۳) پہلی ضیا (حمد و نعت) ۲۰۰۷

صبیح حیدر آسان اور عام فہم زبان میں اپنے خیالات کی ترسیل کیا کرتے تھے۔ یہی اسلوب ان کا عوام سے قریب کیا۔ اور چھوٹی اور آسان بحروں میں ہی ان کا سارا کلام ہے۔ بڑی بحروں کے مقابلے میں چھوٹی بحر میں شعر کہنا نہایت ہی مشکل بات ہے۔ ان کا عقیدہ سلف صالحین کے اصولوں پر تھا۔ دعا کی قبولیت کی وجہ نامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی مانتے ہیں۔ ملاحظہ ہو یہ اشعار:

لب پر جو میرے نامِ رسالتمآب ہو
مانگوں جو میں خدا سے دعا مستجاب ہو
اعمال میں یہ کاتبِ اعمال لکھ میرے
آقا کے روبرو میرا حساب ہو

حدیثِ مقدس ہے جب بندہ توبہ کرتا ہے تو رب کریم اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے چاہے وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہو۔ اس مفہوم حدیث کو صبیح حیدر یوں اپنے الفاظ میں ڈھالتے ہیں اور یہ انہیں کا وصف نظر آتا ہے۔

ممکن نہیں کرم کا خدا کے حساب ہو
توبہ کے ایک لفظ سے ردِ عذاب ہو
دنیا کے غم میں چشم میری کیوں پر آب ہو
رحمت کا تری سر پر میرے جب سحاب ہو

مصیبتوں میں آدمی اسی کو پکارتا ہے جس سے وہ بے انتہا محبت کرتا ہے۔ اکثر شعرا میں یہ مبالغہ پایا جاتا ہے مگر صبیح حیدر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پکارتے ہیں تو مبالغہ آمیزی میں نہیں جذبات عقیدت میں پکارتے ہیں اور انہیں یقین و امید ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی اس پکار کو سن کر غمگساری اور مشکلکشائی فرمائیں گے۔

ہو نظرِ کرم مجھ پہ گرفتار بلا ہوں
''میں کب سے مدینے کی طرف دیکھ رہا ہوں''
اب ڈوبتی کشتی کو میری پار لگادو
گردابِ میں طوفان وتلاطم میں گھرا ہوں

پہلی ضیا میں بہت ساری نعتوں میں ایسے بھی اشعار پائے جاتے ہیں جو واقعتاً نعت کے اشعار نہیں ہیں۔ حقیقی طور پر جب کوئی غزل گو رسمی طور پر نعت کہتا ہے تو غزل کے اشعار بھی در آتے ہیں۔ جو آدابِ نعت کے خلاف ہے۔ ہم جس ہستی کی شان میں مدح سرا ہیں ان کے مراتب ومحاسن ہمارے پیش نظر ہونے چاہئے۔ ایک شعر دیکھئے اس میں تعریف مصطفیٰ کس پہلو سے پائی جاتی ہے۔

ہر حال میں قائم میں رہوں راہِ وفا پر
ہر وقت خدا سے یہ دعا مانگ رہا ہوں

ایک اور نعت کا مطلع:

میں حمد وثنائے خدا کر رہا ہوں
میں جو کر رہا ہوں بجا کر رہا ہوں

قارئین ہی مجھے بتائیں کہ اس میں نعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کونسی ہے؟ اگر یہ شعر حمد میں شامل ہوتا تو یقیناً اس کی عظمت اور بڑھ جاتی۔

قرآنی آیت ہے کہ پیارے نبی اول بھی ہیں اور آخر بھی۔ اس مفہوم آیت کو جناب صبیح یوں بیان کرتے ہیں:

آپ ہی اولیں ہیں ہمارے نبی
آپ ہی آخریں ہیں ہمارے نبی
اپنا ایمان دیں ہیں ہمارے نبی
دوجہاں کے امیں ہیں ہمارے نبی

اپنے کاندھے پر کملی کو ڈالے ہوئے
ایسے رب کے قریں ہیں ہمارے نبی
درس وحدانیت کا دیا آپ نے
شہر علم الیقیں ہیں ہمارے نبی

صبیح حیدر کا یہ بھی عقیدہ ہے جب میدان محشر میں نفسا نفسی کا عالم ہوگا، ہر کوئی اپنے اعمال کے سبب پشیماں اور پریشاں ہوگا، اس وقت اگر کسی کا سہارا مل سکتا ہے تو وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ والا ہوگی۔ یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ۔میں محشر میں شفیع ہوں گا۔

اپنی امت کو بخشائیں گے آپ ہی
عاصیوں کے معیں ہیں ہمارے نبی
میرے گناہ لائق بخشش نہیں صبیح
پھر سونچتا ہوں شافع روز جزا ہیں آپ

اللہ رب العزت نے ساری کائنات میں سب سے حسین رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا ہے۔مشہور حضرت حسان کہتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے زیادہ حسین میں کسی کو نہیں دیکھا۔

چاند سورج ہے کیا یہ ستارے ہیں کیا
سب سے بڑھ کر حسیں ہیں ہمارے نبی
حسن ازل کے نور کی پہلی ضیا ہیں آپ
سب حسن جس پہ ختم ہیں وہ انتہا ہیں آپ

غلام ربانی فدآ

مجھ سے بڑھ کر مجھے سمجھتا کون
یہ احسان مجھ پر کرتا کون
(میکش اجمیری)

غلام ربانی فدآ کی پیدائش ہیرور (ضلع ہاویری) میں ہوئی۔ والدہ ماجدہ فیروزہ بانو شیو پور تعلقہ ہانگل کی متوطن ہیں اور والد جناب نور احمد اکی اپنے علاقے کے مشہور سیاسی لیڈر رہیں۔ ہیرور اور دارالعلوم قادریہ ڈانڈیلی (ضلع کاروار) اور حیدرآباد (دکن) میں تعلیم کے جملہ مراحل طے ہوئے تو حافظ قرآن و قاریؑ کی سند ڈانڈیلی سے حاصل کی اور درس نظامی، ایم اے، ڈپلومہ ان عربک کی حیدرآباد میں تعلیم مکمل کی۔ دین و ادب کی خدمت سے جڑ گیا۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ کیمپوٹر میں بھی مہارت رکھتا ہوں۔ سافٹویئر اور ویب ڈیزائننگ نیز کمپوزنگ سے بھی شغف رکھتے ہیں۔ اگر کوئی میرا مسلک پوچھے تو برجستہ کہوں

گا میرا مسلک نعت ہے۔ ادب نعت مصطفٰی کا فروغ میری زندگی کا مقصد ہے۔ اسی بنا پر اگست ۲۰۱۰ء میں آل انڈیا تحریک فکر نعت کی بنا رکھی۔ جس کا مقصد مستحق نعت گو شعرا کے مجموعہائے کلام شائع کرانا، ادب نعت کے حوالے سے مذاکرے، نعتیہ مشاعرے منعقد کرنا۔ خالص حمد و نعت کا رسالہ جاری کرنا ہے۔ اور ہندوستان کا پہلا حمد و نعت کا معیاری ادبی رسالہ جہان نعت کا اکٹوبر ۲۰۱۰ء میں ہری ہر سے آغاز کیا اور الحمداللہ جہان نعت مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ جس کے ذریعے حمد و نعت کہنے والے شعرا کی فکر سازی کی جا رہی ہے۔ تمام شمارے انٹرنیٹ پر دستیاب ہیں جسے مشہور سائٹ گوگل پر jahan-e-naat کے الفاظ میں Search کیا جا سکتا ہے۔ شاعری کی ابتدائی دور میں جناب میکش اجمیری سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ ریاست و بیرون ریاستوں کے مختلف اہم شہروں میں مشاعرے پڑھنے کے مواقع ملے۔ ملک و بیرون ملک کے رسائل و اخبارات میں کلام اور مضامین شائع ہوئے۔ اشاعت کا یہ سلسلہ ۲۰۰۵ سے آج تک جاری ہے۔ آل انڈیا تحریک فکر نعت کے زیر اہتمام اب تک درجن سے زائد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

تصنیف و تالیف شائع شدہ (بحیثیت مصنف۔

☆ نعتیہ مجموعہائے کلام 1) ''گلزار نعت''۔ 2) ''جلوہ گاہ طیبہ''۔ ۳) یا مصطفٰی ۴) گلشن مدینہ۔ ۵) صحرائے مدینہ

☆ غزلیات ۶)۔ ''شہر آرزو میں'' اور ۷) غزلیہ دیوان۔ ''صحرائے سخن''،

☆ سوانح نگاری میں: ۸)۔ ''سید مقبول۔۔۔۔۔ کہ گم اس میں ہیں آفاق'' ۔۹)۔ داستان کربلا ''صحر الہولہو''۔ ۱۰) علامہ اختر کچھوچھوی۔ فن اور شخصیت۔ ۱۱) علامہ اختر کچھوچھوی بحیثیت شاعر (طویل مقالہ) ۱۲ ہمارے بڑے حضرت

☆ مضامین کے مجموعے ۱۳)۔۔ ''قلم آشنا''۔ ۱۴)۔ ''آداب نعت گوئی''۔

۱۵) کرناٹک میں نعتیہ شاعری

☆قرآن اور عصری تحقیقات پر مشتمل ۱۶)۔''قرآن اور کائنات''۔۱۷)۔قرآن اور سائنس (تقابلی مطالعہ)،۱۸) تذکرۃ الحیوان فی اوراق القرآن،

☆۔۱۹) دردکارشتہ (ناول)

☆انٹرویوز پر مشتمل کتاب: ۲۰)۔''روبرو جلد اول''مرتب

مرتب کردہ ''جیلانی شاہد کے تین مجموعہائے کلام ۲۱)۔''جہاں محمد وہاں خداہے''(نعتیہ ۲۲)۔خوشبوئے صبا (غزلیات)۲۳)۔گلہائے رنگ رنگ (مختلف اصناف سخن ۲۴)۔اردو میں حمد ومناجات، ۲۵) کرناٹک میں نعت گوئی۔۲۶) سخن وران اشرفی (منتخاب وتذکرہ)۔۲۷) قطرہ قطرہ دریا دیکھوں (یٰسین راہی)۔ ۲۸) کلامِ ظہیرؔ(ظہیرؔ رانی بنوری)۲۹) متاعِ نور (مرحوم غلام احمد نورؔ)۔

اس کے علاوہ کئی خصوصی نمبرات ومجلّات میں بحیثیت معاون رہے ہیں۔جن میں سرفہرست جہان نعت کے خصوصی شمارے، شیخ الاسلام حیات وخدمات کے دومجلّات وغیرہا

اس کے علاوہ نثر ونظم پر مشتمل مذہبی وادبی سینکڑوں کتابیں اشاعت کے منتظر ہیں۔

ڈاکٹر مشاہد رضوی فداؔ کی نعتیہ شاعری پر یوں رقم طراز ہیں:

غلام ربانی فداؔ نے اپنی نعتوں کے حوالے سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی ونفاست، حسن اخلاق، اسوۂ حسنہ، جلال و جمال، معجزات وکمالات، اختیارات وتصرفات، جود وسخا، عفو ودرگزر، لطف وعطا کے علاوہ فراقِ حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)، ہجرِ دربارِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)، آپ سے استغاثہ وفریاد، احساسِ گناہ، شفاعت طلبی، اصلاحِ معاشرہ، انقلابِ امت وغیرہ جیسے موضوعات کو پیش کیا ہے۔''گلزارِ نعت'' میں نعتیہ کلام کے علاوہ مناقب وقصائد کی فصلِ بہاری بھی مشامِ جاں کو معطر کرتی ہے، فداؔ نے اپنے بزرگوں کے ساتھ جس ارادت و عقیدت کا شاعرانہ اظہار کیا ہے اس کے پُرخلوص ہونے سے انکار ممکن نہیں

ہے۔

بہ اعتبارِ مجموعی فداؔ صاحب کی نعت گوئی تصنع و بناوٹ، افراط وتفریط اور مبالغہ آرائی سے پاک وصاف ہے۔آپ کے اشعار عقیدت ومحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ دار ہیں۔بعض بحریں دل آویز ومترنم ہیں۔الفاظ وتراکیب کا رکھ رکھاوبھی دل کش ودل نشین ہے۔آپ کی یہ شعری کاوش قابلِ ستایش ہے۔اتنی کم عمری میں ایسا عمدہ ذخیرۂ نعت ومنقبت اہلِ علم ودانش کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں یقیناً کامیابی حاصل کرے گا۔ شاعرانہ نزاکتوں اور لطافتوں کومشق و ریاضت سے مزید نکھارتے ہوئے اظہارِ عقیدت ومحبت میں فداؔ صاحب مستقبل کے بہترین نعت گو شاعر کی حیثیت سے دنیاے ادب میں مقامِ اعتبار حاصل کرتے ہوئے سرخ رُو ہوسکیں؛ یہی میری دلی تمنا اور دعاے قلبی ہے۔

ہم نے بزمِ خیال سے اپنی
لذتِ یادِ مصطفیٰ مانگی
دل میں یہ آرزو لئے زندہ ہوں آج تک
سرکار میرے گھر میں ہوں، ایسی بھی شام ہوں
جو شمع یادِ نبی کی جلائی جاتی ہے
تو روشنی کی کرن دل پہ چھائی جاتی ہے
صرف ہو شوقِ عبادت نہ رہے زر کی ہوس
اور دل سے نہ کبھی الفتِ سرور جائے
نیچی نظریں کئے دربار میں ہم آتے ہیں
غم کے مارے ہیں لیے سیکڑوں غم آتے ہیں
ہم کو سرکار بچا لیجے کہ ظالم انساں
ہم پہ کرنے کے لئے مشقِ ستم آتے ہیں
تاریک جو راہیں ہیں ہوجائیں گی وہ روشن

سرکار کی یادوں کو ہم راہِ سفر رکھیئے
نظر کے سامنے جب گنبدِ خضریٰ رہے گا تو
زباں خاموش ہوگی اور یہ دل بولتا ہوگا
عشقِ احمد میں ہوئے گم توحقیقت یہ ہے
نعت گوئی میں عجب ہم کو مزہ ملتا ہے
پڑھتے رہتے ہیں عقیدت سے درود اورسلام
غنچۂ حسرت و ارمان کھلا ملتا ہے
دونوں جہاں کے وہ قاسم ہیں پھر بھی چٹائی کا بستر
فاقوں میں مسکانے والے میرے آقا میرے حضور
میں جب بیٹھتا ہوں فداؔ نعت لکھنے
تو موتی سے جھڑتے ہیں نوکِ قلم سے
ان کا غلام ہوں میں یہ اعزاز کم نہیں ہے
آقا کا میرے مجھ پر کس دم کرم نہیں ہے
کیا ان کی بڑائی کا ہو ذکر فداؔ ہم سے
بس بعدِ خدا ان کا رتبہ ہی بڑا دیکھا

☆☆☆☆☆☆

ڈاکٹر ریاض احمد ریاض

نام ڈاکٹر سید ریاض احمد قاضی ولدیت سید قاضی احمد صاحب ہے، تاریخ پیدائش ا اکٹوبر 1947 ، بمقام رانی بنور ہوئی ،آپ کی تعلیم

پرائمری اسکول گورنمنٹ اسکول۔ ہائسکول اینگلو، سائنس کالج۔ ایم ایم بی ایس کمس۔

ڈی او ایم ایس۔ ایف آئی ایس ایچ۔ گورنمنٹ 1972 ملازمت۔ 1975 ہبلی ٹرانسفر کمس آئے۔

اعزازات:

آپ کو بے شمار اعزازات وانعامات ملے۔

آپ کی سب سے اہم وصف خدمتِ خلق ہے۔ آپ مخلص ومحنتی ڈاکٹر ہیں۔ والدین نے ان کی ترتیب دینی ماحول میں کی ۔ یہ رنگ ان پر کافی چمکتا ہے۔ آپ کو تصوف سے بھی گہرا ربط ہے۔ اسی ربط کی بنا پر آپ کو حضرت علامہ مدنی میاں قبلہ بیعت

وخلافت کا شرف حاصل ہے۔ ان کی شخصیت کا اہم پہلو علم پروری اور عاجزی وانکساری ہے۔

ریاضؔ اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 11 پر

''میرے یہ اشعار بحر و وزن کے کوئی پابند نہیں

یہ تو پھول ہیں میری عقیدتوں کے کوئی کلام نہیں''

کہہ کر اپنے علم وعروض سے واقف نہ ہونے کے اعتراف کا ذکر کیا ہے۔ پھر بھی ایک قطعہ کو بہ طور مثال کیا ہے، جو باعثِ حیرت ہے۔

اگر ڈاکٹر ریاض احمد ریاض کو ان کی عقیدت مسلسل نعت کہنے پر مجبور کر رہی ہے تو انھیں ہبلی واکناف ہبلی ہی میں کسی جید استاد سے اصلاح لینے میں کیا عار ہے جو نہ صرف زبان و بیان کی غلطیوں کی اصلاح کرے بلکہ انھیں معنوی اعتبار سے ان نزاکتوں سے آگاہ کرے جو نعت گو کے لیے لازمی ہیں تاکہ ان کی نعت واقعی نعت بن سکے۔

بحر وقافیہ کو بالائے طاق رکھ کر ان کی نعتیہ اشعار کو عقیدت و محبت رسول ﷺ کا عینک لگا کر پڑھتے ہیں۔

یا قاسم عطائیں اللہ مجھ کو عطا کیجئے

ایک شعر آپ کی نعت کا مجھ کو بنا دیجئے

خلق خدا کیا جانے کہ شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا ہے

صرف خدا جانے کہ عظمتِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا ہے

عبدالستار خاطرؔ

خاطر کا اصل نام محمد عبدالستار ہے آپ 6نومبر 1934ء کو گلبرگہ شریف میں پیدا ہوئے، آپ کی تعلیم دھارواڑ یونیورسٹی سے بی اے اور ڈپلومہ ان کرافٹ کے بعد گورنمنٹ ہائسکول الند میں بحیثیت مدرس تقرر ہوا اور وہیں سے موظف بھی ہوئے۔ آپ نے باقاعدہ شاعری کا آغاز 1956 سے کئے،۔ جناب خیر رضوی اور انجم علوی سے اصلاح لیتے رہے۔ آپ کا کلام ریاست و بیرون ریاست میں پابندی سے شائع ہوتا رہا۔ گلبرگہ کے آسمان ادب پر طلوع ہونے والا یہ آفتاب 16 مارچ 2013ء میں غروب ہو گیا۔ نشان خاطر کے طور پر اپنے نشانات چھوڑ گیا۔

تصانیف:

خیابانِ خاطر

نشاطِ نور

آنسو کی طرح چشم جہاں سے میں گرا ہوں
نامِ شہِ بطحا لیے گرگر کے اٹھا ہوں

واقعتاً خاطرؔ کا یہ شعر ان کی زندگی کی ترجمانی کرتا ہے اور ان کے عقیدے کی بھی۔ جب بھی۔ کوئی الم یا درد ان کے قریب سے بھی انہوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا لگائی۔ اور یہ طریقۂ صحابہ بھی رہا۔ خاطرؔ نے اپنے کلام میں کوئی نئے تجربے تو نہیں کئے لیکن سلیس و سادہ الفاظ میں اپنے خیالات کی ترسیل کی ہے۔ شعر وہی ہے جو سیدھے دل میں اتر جائے۔ اس میں خاطر کامیاب رہے ہیں، نمونے کے طور پر یہ اشعار دیکھیں:

خواہش ہے میری گزریں دن رات مدینے میں
کہنا ہے محمد سے حالات مدینے میں
ہے نور محمد سے کونین کی تابانی
کیوں خاک نہ ہو جل کر ظلمات مدینے میں
یتیمی اور وہ بے چارگی ، وہ کنج حرا
عجیب حکمتیں ہیں بکریاں چرانے کی

خاطر نے عموماً چھوٹی اور مروّج بحروں میں نعتیں کہی ہیں اور ان کی شاعری میں استادانہ مشاقی بہت نمایاں ہے۔ الفاظ کا موتیوں کی طرح استعمال اور سادہ مصرعوں میں معنوی گہرائی ان کی خلاقانہ صلاحیت کا ثبوت ہیں۔

چند اشعار دیکھیے:

اس جہاں کا وقار تم سے ہے
لطف لیل و نہار تم سے ہے
میری ہر سانس قریب ہو تم
ہر نفس مشک بار تم سے ہے
جو ہیں والیل کی تفسیر سنانے والے

عاشقِ احمد مختار نظر آتے ہیں

جہاں تک شاعری کا تعلق ہے، خاطرؔ نے سیدھے سادے الفاظ میں اپنے جذباتِ عقیدت نظم کیے ہیں۔ شاعری میں کہیں کوئی گہرائی یا سوچ کے پہلو دکھائی نہیں دیتے ہیں۔ عقیدت اور محبت بڑی کثرت سے نظم کی گئی ہیں۔ سیدھے سادے اشعار میں دل میں اُتر جانے کی قوت موجود ہے۔ کچھ اشعار دیکھیے:

نام جس نے لیا محمد کا
قرب اس کو ملا محمد کا
تم بھی خاطرؔ اسی پہ آجاؤ
ہے یہی راستہ محمد کا
آپ ہیں صاحبِ معراج تقرب کے دھنی
آپ ہیں صاحبِ قرآن رسولِ عربی
دیدار کے سوا نہیں اس کا کوئی علاج
خاطر ہے ایک آپ کا بیمار دیکھئے
دلوں سے اسم محمد نہ مٹ سکا آخر
گو، کفر لاکھ سعی کر چکا مٹانے کی
رحمتوں کی بارش ہے کو بکو مدینے میں
راستے منور ہیں چار سو مدینے میں
ابابیلوں کا لشکر بھی دعاؤں سے نہیں آتا
ملیں گے کب تلک صدمات ہم کو یا رسول اللہ

جیلانی شاہد

الحاج غلام جیلانی کی پیدائش جناب شیخ آدم نقشبندی (مرحوم) کے گھر یادگیر میں 5فروری 1933 کو ہوئی۔قلمی نام جیلانی شاہدؔ سے لکھتے ہیں۔نیز اسلامی وادبی مضامین بھی اخبارات ورسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔جیلانی شاہدؔ خوش اخلاق اور ملنسار طبیعت کے حامل شخصیت ہیں۔ پیشے سے آرکٹیک تھے۔فی الحال اپنے ذاتی ہوٹل میں ہوتے ہیں۔ حیدرآباد کرناٹک کے یہ مظلوم شاعر ہیں،جس کی انہیں پرواہ بھی نہیں ہے۔

تصانیف:

۱)جہاں محمد وہاں خدا ہے(حمدیہ ونعتیہ مجموعہ)

۲)خوشبوئے صبا (غزلیات)

۳)گلہائے رنگارنگ (طنز ومزاح،منظومات)

ذمہ داری:

بانی وفونڈر: صبا اسمارٹ کڈس پرائمری اینڈ ہائسکول یادگیر

یہ شعر پڑھیئے اور پڑھتے رہ جایئے

خوشبوے گل کی مہک اور تازگی اچھی لگی
گلشنِ ہستی میں کھلتی ہر کلی اچھی لگی

قدرت نے اظہار عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جیلانی شاہدؔ کو وہ سلیقہ ودیعت کیا ہے جو پاسِ ادب اور حسنِ طلب سے ایسا مزین ہے کہ وہ خموشی سے بھی زبان کا کام لینا چاہتے اور جانتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ اظہار عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محتاج حروف وصوت ہے نہ سزاوارِ نطق وزباں۔ وہ خود سے مخاطب ہوتے ہیں شدت جذبات سے مخاطب ہوتے ہیں دیوانگی اور روار فتگی سے ہمکلام ہوتے ہیں اور کہتے ہیں:

کر ایسی تو دعا کہ ہواؤں کے پر کھلے
دے واسطہ نبی کا کہ بابِ اثر کھلے
لب پر مرے ثنائے نبی ہے صبح و شام
ہے سامنے مدینہ اگر چشم تر کھلے

وہ اوصافِ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرمانے لگتے ہیں تو مقام محبوب کم مائیگی کا احساس دلاتا ہے اور نعت خوان ونعت گو ہونے کے باوجود عجز بیان کا اظہار کرتے ہیں۔

آپ کے چہرۂ انور کو منور لکھوں
آپ کے نام کو میں شمس و قمر پر لکھوں
آپ کے نام سے روشن ہوا تاریک جہاں
آپ کو کیسے نہ میں ماہ منور لکھوں

نعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنے کا منصب کبھی ان کا مایہ ناز ہوتا ہے تو کبھی مقام عجز و نیاز نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھتے ہیں تو کبھی نگاہ مستی میں زمانہ ہیچ نظر آتا ہے اور کبھی سر نیاز شکر بجالانے کو جھک جاتا ہے۔

آپ کی نعت لکھوں خون جگر سے آقا
آپ کا نام ہر ایک تار نفس پر لکھوں

حبیب خدا کے عشق میں شہر حبیب کا ذکر بھی لازم ہے اور شہر بھی وہ جو یثرب سے مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنا ہو۔ بھلا کیسے ممکن ہے کہ "جیلانی شاہد" اس کا ذکر نہ کریں وہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی حسین سوچوں کا محور مرکز قرار دیتے ہیں اور ان کی زندگی اسی شہر کے تصور سے مہکتی ہے۔

قرآن پاک خدا کا کلام روشن ہے
تمام دنیا میں آقا کا نام روشن ہے
جب باد صبا آئی مدینے کی گلی میں
ہر چیز مسکرائی مدینے کی گلی میں
دل کی کلی کھلائی مدینے کی گلی میں
مجھ کو بھی ساتھ لائی مدینے کی گلی میں
بادل کرم کے چھانے لگے آسمان پر
رحمت خدا کی آئی مدینے کی گلی میں
خوشبوئے گل کی مہک اور تازگی اچھی لگی
گلشن ہستی میں کھلتی ہر کلی اچھی لگی
صبح دم نوری فرشتوں کا نزول ہونے لگا
اس لئے آنکھوں کو ٹھنڈی روشنی اچھی لگی

ان کی انکساری ہے ان کا عجز ہے جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ان کی شخصیت کا حصہ بن گیا ہے جو سادگی اور انکساری ان کے مزاج میں ہے وہی ان کے کلام میں بھی نمایاں ہے تاہم نعت گوئی میں ان کی سادگی ایسے اشعار بھی تخلیق کرتی ہے۔

نور حق ، شمع الٰہی کی ضیا ہیں مصطفیٰ ﷺ
تیرگی کفر میں روشن دیا ہیں مصطفیٰ ﷺ
ہوگئی سب کو شفا بحر شفا ہیں مصطفیٰ ﷺ
میں مریض عشق ہوں میری دوا ہیں مصطفیٰ
سارے نبیوں کے وہی اک قافلہ سالار ہیں
انبیاء کی ابتدا وانتہا ہیں مصطفیٰ ﷺ

ایک اور نعت کے دو چار اشعار ملاحظہ ہوں۔

منظر دیار پاک کا سارا نظر میں ہے
شان جمال گنبد خضرا نظر میں ہے
نقش قدم کا جلوہ ہی جلوہ نظر میں ہے
جس پر چلے رسول وہ رستہ نظر میں ہے
روضہ مرے رسول کا سارا نظر میں ہے
طیبہ نظر میں ہے مری طیبہ نظر میں ہے
یادِ رسول، ذکرِ خدا، فکر عاقبت
دنیا کی کیا بساط ہے عقبیٰ نظر میں ہے
آئے ہو تم تو جاکے دیار حبیب سے
کچھ تو بتاؤ حاجیو! کیا کیا نظر میں ہے

سورج کرناٹکی

سورج کرناٹکی کی پیدائش 20 جون 1962ء کو بیاڑگی ضلع ہاویری میں حسین میاں کے گھر پیدا ہوئے۔ والدین نے آپ کا نام نوراحمد رکھا، ابتدائی تعلیم بیاڑگی ہی میں حاصل کی۔ ڈپلومہ ان ٹیچنگ، بی اے، ایم اے۔ مرحلۂ تعلیم کے بعد شعبۂ تعلیمات میں بحیثیت مدرس ملازمت اختیار کی۔ ظہیر رانی بنوری، یعقوب بیگانہ، ڈاکٹر انور مینائی، کوثر جعفری سے شرف تلمذ حاصل ہے ان کے مجموعہائے کلام میں ''آئینۂ حیات'' کے صفحہ پر ایڈیٹر ان چیف جہان اردو بھی درج ہے۔ کتنے فیصد سچ ہے ہم یہ کہنے سے قاصر ہیں۔۔ خیر سورج کرناٹکی ایک متحرک شخص ہیں۔ اور نت نئے تجربے ان کی فطرت کا حصہ ہے۔ ادبی وملی خدمات میں پیش پیش رہتے ہیں۔

تصانیف:

۱) صبحِ امید (غزلیات)

۲) کرشمۂ حیات (غزلیات)

۳) تجلیات مدنی (نعت ومنقبت)

۴) عکسِ سورج (غزلیات)

ان کے اعترافِ خدمات میں بہت سارے اعزازات حاصل ہیں۔

سورج کرناٹکی کی نعتیہ شاعری ایک عام اورسادہ انسان کی ہے۔ جو اپنے

احساسات وجذبات کو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور اپنے حالِ زار پر رحم کی درخواست کرتا ہے۔اور یہ میرے نزدیک مستحسن بھی ہے۔لیکن سورج کی نعتیہ شاعری بھی ان کے اپنے مزاج کے مطابق تین چار موضوعات پر مشتمل ہے۔ان موضوعات کو وہ الگ الگ الفاظ کے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں۔ان کی نعتیہ شاعری کے موضوعات مدینہ سے دوری و مہجوری، نبی کریم استغاثہ اور حالاتِ زار کا شکوہ وغم ہیں۔ہر دوسرا شعر انہیں موضوعات کی عکاسی کرتا ہے۔چند اشعار نشانِ خاطر ہیں:

حسرت ہے کہ جاؤں میں ایک بار مدینے کو
مجھ کو بھی بلائیں گے سرکار مدینے کو
ہے تمنا کہ میں دیکھوں نگاہوں سے اپنی
وہ حسیں آپ کا دربار رسولِ عربی
اپنے عاصی کو مدینہ بلالو اے شاہا
کب سے بیٹھا ہے وہ تیار رسولِ عربی
ہے یہ سورج غلام آپ کا
اس کو بلوالو اپنی گلی میں
ہمیں در پہ آقا بلا لیجئے گا
ہمیں اپنا جلوہ دکھا دیجئے گا
ذکرِطیبہ کا حاجی کرتے ہیں
جب وہ بستی کو لوٹ آتے ہیں

شہر نبی ﷺ سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔عشاقانِ رسول کریم ﷺ مدینے کے ذروں اور کنکروں سے بھی محبت کرتے ہیں۔سورج کرناٹکی کی نعتیہ شاعری میں شعری وشرعی سقم سے قطع نظر یہ اشعار دعوت مطالعہ دیتے ہیں:

شکم پر باندھ کر پتھر وہ اوروں کھلاتے تھے

سخاوت پہ نبی کی یوں سخاوت ناز کرتی ہے
اہل امت کی خاطر یہاں
رو کے مانگی رات بھر
تخیل میں میرے بستے ہیں جلوے سبز گنبد کے
حقیقت میں میرے سر پر ہوں سائے سبز گنبد
قرآن کہہ رہا ہے صل علیٰ محمد
رب کی یہی رضا ہے صل علیٰ محمد
قرارآئے گا بے قراروں کو سورج
ہمیں نعت احمد سنا دیجئے
آپ کے ذکر سے ملتی ہے
میرے ایمان کو تازگی
اپنے لفظوں میں کچھ تو ادا کر سکوں
قوت نعت گوئی ذرا دیجئے

جناب سورج کرناٹکی کا ایک شعر مجھے بہت کھٹکا۔تبصرہ قاری خود کرے۔ ہر مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت مکاں سے پاک ہے۔اسی لئے اوپر والا کہنا کفر ہے۔ اس عقیدۂ توحید کو مدنظر رکھتے ہوئے اس شعر کا مطالعہ کریں:

رہتا ہے کعبہ میں تو سدا،سنتا ہے تو سب کی دعا
ہے کشش بھرا تیرا سنگِ در، تیری شان جل جلالہ

مبین منور

مبین منور کی پیدائش ضلع ٹمکور میں 22 مئی 1948 کو ہوئی۔تعلیم ایس ایس ایل تک حاصل کی ہیں۔آپ بنگلور ہی میں مستقل قیام پذیر ہیں۔آپ گونا گوں شخصیت اور خوبصورت ترنم کے مالک ہیں۔آپ اسدؔ اعجاز سے شرف تلمذ رکھتے ہیں۔آپ نے پہلی نعت 1970 میں کہی۔جس کے اشعار یہ تھے۔

مجھے کونین سے نسبت نہ یارا یارسول اللہ
میرے سب کچھ ہو تم میں ہوں تمہارا یارسول اللہ
ہے میرا ایک عرصہ سے ارادہ یا رسول اللہ
کہ دیکھوں روضۂ انور تمہارا یارسول اللہ

بنگلور کا شاید و باید ہی کوئی مشاعرہ ہو جس میں منور صاحب کی نعت خوانی نہ ہوتی ہو آپ جہاں شاعر وادیب ہیں وہیں۔ایک بے باک سیاسی لیڈر بھی ہیں۔اعزازت وانعامات کی ایک لمبی فہرست ہے،۔آپ کے تصانیف

۱)اذکار مبین
۲)متاعِ مبین
۳)راز مبین

مبین منورؔ نعت کے حوالے سے خاصے اچھے اشعار لکھے ہیں۔جن میں حضور کی ذاتِ پاک سے عقیدت ووابستگی اور اُن کے پیغام سے تعلق کا اظہار سلیقے سے ہوا ہے،۔یہ شعر دیکھیے

ایوب کے جو گھر پہ سواری اتر گئی
سارے مدینے والوں کی قسمت سنور گئی
مظہر ذاتِ خدا ہے ہستئ خیرالبشر

سرورکونین سے ہے کون بڑھ کر معتبر
اس سے بڑھ کر کیا ملے گا پھر رفاقت کا صلہ
بازوئے سرکار ہیں صدیق اکبر وعمر
کتابِ زیست کا روشن ترین باب ہیں آپ
تمام نبیوں میں سچ ہے کہ لاجواب ہیں آپ
ظہور نور ہر ایک شئے میں آپ ہی کا ہے
مٹی ہیں ظلمتیں جس سے وہ آفتاب ہیں آپ
یہی دیکھتا ہوں جدھر دیکھتا ہوں
کرم ہائے خیرالبشر دیکھتا ہوں
مداح ہوں جنابِ رسالت مآب کا
پھر کیسے خوف ہو مجھے روز حساب کا

مبین منور کا نعتیہ چمن ایسا ہے جو اپنے اندر مدحتِ رسول کے خوش رنگ پھولوں سے مزین کیاریاں رکھتا ہے۔گلہائے خوش رنگ رنگ میں کس کا انتخاب کروں؟

مبین منور نے حضور حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف اوران کے عشق کی بے چینی کو پانے اشعار میں ڈھالا ہے۔یہ اشعار دیکھئے:

جب بھی زبان پہ نام محمد آ گیا
گونجی فضائیں ساری درود وسلام سے
ایک بار مجھ کو آقا مدینے بلائیے
ہوگا نہ کوئی مدعا اس التجا کے بعد
تخلیق کائنات کا مقصد ہے جس کا نام
بعد از خدا مقدس و امجد ہے جس کا نام
ہیں جتنے نام ان میں مجدد ہے جس کا نام
محمود ، حامد اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جس کانام

جب کسی کو یادِ محبوبِ خدا آنے لگی
ٹھنڈی ٹھنڈی پھر مدینے کی ہوا آنے لگی
لے کے کیا صورت جاؤں میں آپ کے دربار میں
کارواں بڑھنے لگا شرم وحیا آنے لگی

مدینہ شہرِ آرزوئے عاشقانِ رسول ہے، یہیں پر انھیں جلوۂ رسول میں آپ کے لطف عمیم سے معرفت کے بحر تجلیٔ ناپیدا کنار سے کنارہ حاصل ہوتا ہے۔یہیں پر پیارے رسول ﷺ کی محبت کے صلہ میں عرفانِ الٰہی کے دریچے کھلتے ہیں۔ دیدار و حضوریِ روضۂ اقدس عام مسلمانوں کی بھی معراج ہے۔یہیں پر انھیں نبی سے قریب ہونے کا احساسِ جمیل ہوتا ہے کہ مسجدِ نبوی میں آپ کے شب و روز گزرتے تھے اور اس کا ایک ایک چپہ دیدارِ نبی کا گواہ ہے اور ان چپوں کی بوسہ کنانی ہر اُمتی کی معراج ہے۔اس لیے مدینہ منورہ کی تابانی، اس کے چپے چپے کی جلوہ سامانی، روضۂ اقدس پر صلوٰۃ وسلام کے ورِدِ والہانہ پر نعت گو شعرا نے اپنی عقیدت کے خوب خوب نگینے تراشے ہیں۔منور نے بھی مدینہ کی شان میں آب دار نگینوں کی لڑیاں تخلیق کی ہیں۔ملاحظہ ہو ایسی ایک نعت کے چند اشعار:

کس درجہ ہوگئی ہے معطر یہ انجمن
طیبہ سے ہو کے آیا یہ جھونکا ہوا کا ہے
ہے مدینہ شہر سب سے جدا سب سے الگ
سبز گنبد کا ہے منظر باخدا سب سے الگ
ہو گیا معلوم آتے ہی دیارِ مصطفیٰ
جنت الفردوس کا رستہ ملا سب سے الگ
نور کی برسات آٹھوں پہر برسے ہے جہاں
مسجدِ نبوی کا ہر ذرہ لگا سب سے الگ
سرکارِ دوعالم کے روضہ کا وہ عالم ہے
رحمت کو وہاں ہر دم اک جوش میں پایا ہوں

نعت نمبر و جرائد کے

تجزیاتی مطالعہ

روزنامہ ''سالار'' کے نعت نمبروں کا ایک مختصر جائزہ

روزنامہ سالار کے عملہ خصوصاً محمد اقبال مدیر ادبی ایڈیشن کو شامل کرنا چاہئے۔گو کہ اخبارات عوامی سطح کے ہونے کی وجہ سے اس کی ادبی و عملی حیثیت مستقل نہیں ہوتی اور اس کے اثرات بھی وقتی ہوتے ہیں اور اگر دیر پا ہو بھی گئے تو مستقل نہیں ہوتے مگر روزنامہ سالار کا ادبی ایڈیشن پورے ریاست کرناٹک کے قلمکاروں کے لئے کسی رسالے سے کم نہیں۔اس کے ادبی ایڈیشن میں معیاری مضامین ونثر ونظم کے ساتھ دلکش و دلنشین نعتیں بھی شائع ہوتی ہیں۔گرچہ کے ریاست کرناٹک کے نعت گوشعرا میں تنوع کی کمی اور طرزِ اظہار وموضوعات میں جدت نہیں ہے۔راقم الحروف ریاست (بنگلور) کے دوردرشن کے شعبۂ چندن ٹی وی چینل میں انٹرویو کے لئے مدعو تھا۔اسی غرض سے بنگلور پہنچا اور بہت سارے احباب سے ملاقات ہوئی ہیں جس کا تذکرہ میں نے اپنے سفرنامے میں کردیا ہے۔اسی بہانے میں نے روزنامہ سالار کے دفتر پہنچا اور جناب محمد اقبال سے سالار کے نعت نمبر حاصل کیا کچھ شمارے ملے اور کچھ زیراکس لئے۔۲۰۰۸ء (محمد اقبال ادبی

مدیر ہونے) سے پہلے سالار میں ایک دو نعت نظر آتے عید ہو جاتی تھی خدا نے انہیں توفیق دی اور انہوں نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقعے پر سالار میں نعت نمبروں کی بنا ڈالی۔ ۲۰۰۹ میں دو چار صفحات پر مشتمل اور ۲۲ فروری ۲۰۱۰ء میں بارہ صفحات پر مشتمل اور ۲۷ فروری ۲۰۱۰ء کو چار صفحات پر مشتمل نعت نمبر شائع کیے۔ ۲۰۱۱ء اور ۲۰۱۲ء میں دو صفحات پر مشتمل نعت نمبر شائع کیے۔ علمیت کے اعتبار سے یہ کام نہایت کم مگر ہے ریاست کرناٹک کے شعرا و قلمکاروں کے لئے کسی نعمت عظمٰی سے کم نہیں کیوں کہ یہاں ادب نعت کے حوالے سے معلومات کم ہیں بس شعرا اظہار عقیدت کے لئے بطور عبادت نعت کہتے ہیں۔ اس خادم نعت نے لوگوں تک نعت کے حوالے سے بیداری لانے کے لئے مکمل کوششوں میں ہے اسی لیے جہان نعت کا آغاز اور نعت مذاکرے ومباحثے منعقد کرنے کی سعادت حاصل کرتا رہتا ہے۔

''روزنامہ سالار'' کے نعت نمبروں کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بیشمار نعتیں ہیں جن سے ذہن کو کشادگی اور روح کو بالیدگی حاصل ہوتی ہے۔ نعت گو شعرا ہر نمبر میں محفل نعت سجائے نظر آتے ہیں۔ ان میں مقام استادی پر فائز بھی ہیں اور نئی نسل کے تازہ کار قلمکار بھی۔ فی الوقت ہم شائع شدہ مضامین کے تجزیاتی وتنقیدی مطالعے کو پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کیوں کہ اس وقت نعت کے حوالے سے تخلیقی عمل زیادہ ہوا ہے تجزیاتی وتنقیدی عمل کی جانب سے توجہ دی جارہی ہے۔ نعت ہی کیا ہر قسم کے مذہبی اور نیم مذہبی ادب پر تقدیس کے نقاب ڈال کر انہیں تنقید سے بالاتر قرار دیا جاتا ہے۔ اس نوع کے ادب کے مضامین، طرز بیان، زبان کے حسن وقبح پر گہری نگاہ ڈالنا بے ادبی تصور کی جاتی ہے۔ اس لئے ان کی ستائش کے سوا کچھ نہیں لکھا جاتا۔ کم وبیش یہی صوت حال ''سالار'' کے نعت نمبروں کی ہے اس حقیقت کے کے باوجود ان مضامین کی اہمیت

وافادیت سے انکار بھی نہیں مشمولہ مضامین میں تنقید کا فقدان سہی لیکن ان مین قدیم ادب پر پڑی گرد کو صاف کر کے ادب کے تاریخ کے ابواب کو روشن کیا گیا ہے۔ان قلمکاروں نے شاعروں کی توصیف کلمات اور نعوت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمونے شائع کر کے ایک ایسا خام مواد عنایت کیا ہے کہ کوئی بھی صاحب نظران سے استفادہ کر کے تنقیدی کمی کو پورا کرنے کی سعی کرسکتا ہے۔ اور ہمارے قلم وخیال کا اصرار ہے کہ اس کا جائزہ لیا جائے اس سے تجزیہ اور تنقید کا حق ادا بھی نہ ہوتو کم ازکم ستائش کا حق تو ادا ہوجائے ۔اچھے کام سراہنا بدذوقی ہی نہیں بےتوفیقی وبداخلاقی ہے اور ہم ان سے دامن کشاں ہیں۔

مجھے ’’سالار‘‘ کے نعت نمبروں کا تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ کا خیال اسی سبب سے ہوا کہ اس چراغ کی مدھم ہوتی ہوئی لوایک باراور تیز کروں ۔ذہن وخیال سے محو ہوتی ہوئی یادوں کو پھر سے تازہ کروں اور نعت کے حوالے سے ابتدائی نوعیت کا معلوماتی، تحقیقی سرمایہ یکجا کر کے جس تحریک کا ریاست میں آغاز کیا گیا تھا پھر سے نشاندہی کر کے ان روشن اجالوں کواجاگر کروں واضح ہو کہ روزنامہ سالار نے ریاست میں اس تحریک کو مجلہ جہان نعت سے دو برس قبل آغاز کیا تھا۔

رافعہ سعادت کا ’’کرناٹک میں شاعرات کی نعت گوئی‘‘ ڈاکٹر سید شاہ مدار عقیل: ’’کرناٹک میں نعت گوئی کے پچاس سال‘‘ ہمارے نبی (حافظ کرناٹکی) مبصر محمد اقبال۔ مولوی ریاض الرحمٰن رشادی؛ قصیدہ بردہ شریف ڈاکٹر شاہ رشادی عثمانی: نعت گوئی کا فن اوراس کی دینی حیثیت واہمیت، لہریں: محمد اقبال، ڈاکٹر عبدالکریم تماپوری: دکنی ادب میں نعت گوئی کی روایت (وغیرہ) کے مضامین شامل اشاعت ہیں۔اور کرناٹک کے شعرا وشاعرات کا حسین نعتیہ انتخاب بھی شامل ہے۔

''جہانِ نعت'' ہیرور

(ابتداء تاحال نوشماروں کا اجمالی جائزہ) (ازقلم عالمہ صبرین تاج اشرفی

خالقِ کائنات کا تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ انسان خود قدیم ہے۔ابتدائے آفرینش میں کسی قبیلے یا فرقے نے خدا تک رسائی کا وسیلہ آگ،سورج اور ستاروں کو بنایا تو کسی نے اشجار اور پتھر کے دیوتاؤں کو مگر ان سب کا منشاء مقصود محض حق تعالیٰ کی تلاش تھی۔قدیم ایرن میں زرتشت کے پیروکاروں نے خداوند کریم کو یزداں کا نام دیا۔ہندوؤں نے بھگوان تو یہود و نصاریٰ نے تثلیث کو اپنا نجات دہندہ قرار دیا۔ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے جب انسان نے بولنا سیکھا تو اپنے خالقِ حقیقی کی عبودیت کے لئے چند حروف جملوں کی شکل اختیار کر گئے جنہیں ''حمد'' سے موسوم کیا گیا۔چنانچہ آج جب ہم انسانی تاریخ کے مختلف ادوار کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اُردو ادب میں نثر نگاری سے قبل شعر و شاعری کی جھلکیاں بدرجہ اتم نظر آتی ہیں۔دیکھا جائے تو شاعری دراصل انسانی جذبات و احساسات کے اظہار کا ایک فطری ذریعہ ہے۔جسے مختلف ادوار میں مختلف اقوام نے اپنے اپنے انداز میں پیش کیا ہے اور اسے مختلف نام سے موسوم کیا ہے۔جیسے گیت،مناجات،بھجن،کیرتن،اشلوک،کافی،دوہا اور ماہیا وغیرہ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمدوثنا کا وجود اُردو شاعری میں ابتداء سے ہی ہے۔اگرچہ اس کے اظہار کے لیے مختلف شعراء نے مختلف انداز اختیار کئے۔تاہم حمدیہ کلام تمام شعری اصناف مثلاً نظم،غزل،مثنوی،رباعی،قصیدہ،قطعات وغیرہ کی صورت میں موجود ہے۔ ماضی میں شعراء کرام جب اپنے دیوان یا مجموعہ کلام ترتیب دیا کرتے تھے تو ابتداء میں حمد کو شامل کرتے مگر اب ہم یہ خوش آئند دور دیکھ رہے ہیں کہ ''حمدیہ مجموعے'' بڑی کثیر تعداد میں شائع ہو رہے ہیں۔ساتھ ساتھ میں نبی کریم ﷺ کی تعریف و توصیف بھی نثر و نظم کہی اور خوب کہی گئی۔لاتعداد نعتیہ مجموعہائے کلام شائع ہوئے۔حضور سرورِ کائنات ﷺ کی مدحت ربِ قدیر نے فرمائی۔انسان اس سلسلے میں ''جہان نعت''،''آل انڈیا تحریک فکر نعت'' نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔

یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ بھارت میں نعت نگاری کی جانب بھرپور توجہ کیوں نہیں دی گئی اور کیوں نہ نعتیہ رسائل و جرائد کا آغاز آج سے سو سال قبل ہوسکا۔ اس کا جواب یہی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر کام کے لئے اپنے مختلف بندوں کا انتخاب کرتا ہے اور اسی نے جناب مولانا حافظ پیر غلام ربانی فداؔ خلیفۂ حضور شیخ الاسلام (ریسرچ اسکالر) کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ اُنہوں نے بھارت میں اولین نعتیہ شاعری کے حوالے سے ''جہانِ نعت'' کی بنا ڈالی۔

''جہانِ نعت' ایک کتابی سلسلہ ہے جو شش ماہی شائع ہوتا ہے، ابتداً اس مجلہ کا آغاز سہ ماہی سے ہوا۔ نعتیہ ادبی قلمکاروں کے قحط کی وجہ سے اب ششماہی شائع ہوتا ہے اور اب تک اس کے آٹھ (۸) شمارے شائع ہو چکے ہیں تاہم تعارف کے طور پر ان شماروں کو موضوع بنا رہا ہوں۔

''جہانِ نعت''شمارہ(۱):

''جہانِ نعت'' شمارہ نمبر ۱ اکتوبر تا ڈسمبر 2010ء کو مرتب غلام ربانی فداؔ نے آل انڈیا تحریک فکر نعت ہیرور سے شائع کیا۔ یہ شمارہ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ فہرستِ مضامین پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرتب نے انتہائی محنت، محبت اور عقیدت سے اس کا اجراء کیا ہے۔ ''نعت زندگی ہے'' کے عنوان سے اداریہ تحریر کرتے ہوئے مرتب نے لکھا ہے:

> ''میرا اپنا خیال ہے کہ وہاں کی نعتیہ شاعری بھارت سے موضوعات اور طرزِ اظہار دونوں حیثیتوں میں بہت آگے ہے۔ نعت رنگ، سفیرِ نعت اور نعت جیسے رسائل نعت کی فضا ہموار کرنے میں شب و روز مصروفِ عمل ہیں۔ بہت دنوں سے ہندوستان میں بھی ایسے رسالے کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔ مَیں نے اکثر احباب کی توجہ اس جانب دلائی، مگر بے سود۔

بالآخر مجبوراً اس خاموشی کو توڑتے ہوئے خود مجھے ہی قدم بڑھانا پڑا۔ اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا خوب احساس ہے۔ نام و نمود کی پرواہ نہ ہی مادّی وسائل

کے حصول کی تمنا۔بس اتنی سی آرزو ہے کہ خدامِ نعت کی فہرست میں کہیں اپنا بھی نام ہواور یوسف کے خریداروں میں میرا بھی شمار ہوجائے۔۔‘‘

نعتیہ ادب کے حوالے سے ۱۴ اہلِ قلم کی نگارشات اس شمارے میں شامل ہیں جن میں محمد شہزاد مجددی، پروفیسر اکرم رضا، پروفیسر محمد علی اثر کے علاوہ دیگر ادیبوں کے مضامین شامل ہیں۔نقد ونظر کے سلسلے میں منصور فریدی، اوج اکبر پوری کے مضامین کے علاوہ حمدیہ اور نعتیہ کلام بھی شائع کیا گیا ہے فرحت حسین خوشدل کا گوشہ اور انٹرویو بھی اس شمارے میں شائع کیے گئے ہیں۔’’متفرقات‘‘ کے عنوان سے ایک باب بھی شاملِ اشاعت ہے۔جس میں نعتیہ نشستوں کی تفصیل درج ہے جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مرتب ایک باخبر شخصیت کے حامل ہیں۔

یوں تو اس شمارے کے تمام مقالات ہی عمدہ ہیں تاہم پروفیسر اکرم رضا کا مقالہ ’’نعت نگاری میں احتیاط کے تقاضے‘‘نہایت اہم ہے۔منظومات میں ’’حمد باری تعالیٰ‘‘ حفیظ تائب اور حافظ منور حسین سرمد، احمد صغیر صدیقی، ماجد خلیل، شہزاد مجددی، محمد ثناء اللہ ظہیر، احسان اکبر، تنویر پھول، صبیح رحمانی وغیرہا کی نعوتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی شامل ہے اور اُردو میں نعتیہ شاعری کے حوالے سے مرتب نے جس کام کا آغاز کیا ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ جناب غلام ربانی فدؔا کو ہمت عطا فرمائے اور ان کی مدد فرمائے تاکہ وہ اس کتابی سلسلے کو جاری رکھ سکیں۔

’’جہانِ نعت‘‘ شمارہ (۲):

جہانِ نعت کا شمارہ نمبر ۲، جنوری تا مارچ 2011ء میں شائع ہوا۔ یہ شمارہ 80 صفحات پر مشتمل ہے۔اس شمارے میں 6، اہلِ قلم کی تحریریں شامل ہیں۔جو سب کی سب اپنے موضوعات کی مناسبت سے اہم ہیں۔محمد شہزاد مجددی، محمد علی شید البستوی، عزیز احسن، سید محمد اکرام شاہ جیلانی، محمد حسین مُشاہدؔ رضوی، ڈاکٹر سراج قادری، فاروقی ارگلی جیسے اہلِ قلم شامل ہیں۔

اس شمارے میں ایک بڑی تعداد میں شعرا کا نعتیہ کلام شامل ہے جن میں

ابرار کرتپوری، محمد علی صدیقی شید ابستوی، نادم بلخی، ناوک حمزہ پوری بہار، سیّد ضیاء محی الدین گیلانی، سہیل احمد صدیقی، ظہیر غازیپوری کے اسمائے گرامی اہم ہیں۔

حسبِ سابق اس شمارے می بھی ابرار کرتپوری پر مکمل گوشہ ہے اوران کا انٹرویو، نعتیہ وحمد یہ کلام بھی بڑی تعداد میں شامل ہے۔نقد ونظر کے باب میں دوشعرائے نعت پر بھر پور تبصرے کیے گئے ہیں۔اسی طرح اخبار نعت کے سلسلے میں حمد ونعت سے متعلق منعقد ہونے والی محافل کی روداد بھی شاملِ اشاعت ہیں۔مرتب کی اس کاوش کو بہت پسند کیا گیا ظہیر غازی پوری ہزاریباغ، ناوک حمزہ پوری،ڈاکٹر سراج احمد قادری،محمد حسین مشاہد رضوی ،سورج کرناٹکی، کے مکتوبات اس بات کا ثبوت ہیں کہ مرتب نے جس کام کا آغاز کیا ہے وہ اسے دُنیا اور آخرت میں سرخروئی عطا کرے گا۔

’’جہانِ نعت‘‘ شمارہ (۳):

جہانِ نعت کا شمارہ نمبر اپریل تا جون **2011** میں شائع ہوا۔نعت کا ایک اور جہاں‘ کے عنوان سے مرتب نے اداریہ تحریر کیا ہے۔اس میں معاون مدیر شاد فدائی نے یہ اعلان کیا ہے۔آئندہ شمارہ سے رسالہ ششماہی ہوگا۔اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ قلمکاروں کا تعاون حاصل نہ ہورہا ہے۔نعتیہ ادب کے سلسلے میں جمالِ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعت کے آئینے میں (گوہر مسلیانی) تکلف برطرف اب قمر اعظمی سے ملیے (مبارک حسین مصباحی) گلزارِ نعت پر ایک نظر (ڈاکٹر محمد مشاہد حسین) خیابانِ مدحت پر ایک نظر (حسن مثنیٰ انور) کی تحریریں بھی خوب ہیں۔اس شمارے میں علامہ قمر الزماں قمر اعظمی پر گوشہ شامل ہے ۔اوراس شمارے کی خاصیت علامہ قمر الزماں اعظمی کا طویل انٹرویو ہے۔جو مذہب وادب کے پیچیدہ مسائل پر اہم گفتگو ہے۔

نقد ونظر کے باب میں ۲، کتابوں پر بھر پور تبصرے بھی شامل ہیں۔’’کائناتِ نعت‘‘ میں مقصود احمد تبسم ،قمر وارثی ،قمر الزماں قمر اعظمی ،کوثر علی ،سہیل اختر ،شاہ حسین نہری وغیرہ ملک اور بیرونِ ملک کے نعتیہ کلام شامل ہیں۔’’اخبارِ نعت‘‘ کے باب میں مختلف حمد یہ و نعتیہ محافل کی رپورٹیں شاملِ اشاعت ہیں۔

''جہانِ نعت' شمارہ (۴):

جہانِ نعت کا چوتھا شمارہ جنوری تا جون ۲۰۱۱ء چھ ماہ کی تعطل کے بعد میں شائع ہوا ۔اس شمارے کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ شمارہ دکن کی نعتیہ شاعری پر مضامین اور دکن کے ہی ایک سپوت ڈاکٹر حافظ کرناٹکی کے گوشے پر مشتمل ہے۔

مدیر نے اداریہ بہ عنوان ''اس گھر کو آگ لگی گھر کے چراغ سے'' کے نام سے تحریر کیا ہے، جو اہلیان جنوب کے ایک درسِ عبرت ہے۔ رقمطراز ہیں

''خیر آج دکن کی پیداشدہ زبان اپنی ہی سرزمین پر موت کی آخری ہچکیاں لے رہی ہے مگر ہم ہیں کہ بے خبر شاید اہل علم بھولے نہ ہو تو عرض ہے کہ جنوب کی کئی علاقائی زبانیں تاریخ کے قبرستان میں دفن ہو کر رہ گئی ہیں۔ اردو کے زبوں حالی کے ذمہ دار معاشرے کا ہر طبقہ ہے میرے احباب میں ایک اردو اسکول استاذ ہیں اور ماشاء اللہ شاعر بھی ہیں دو دو کتابوں کے مصنف ہیں ان کی پہچان اردو کے شاعر حیثیت سے ہے۔ اور ان کا پیٹھ اردو کے نام پر بھرتا ہے مگر ان کے بچے اردو اسکول کے بجائے دوسرے اسکولوں میں پڑھتے ہیں۔ اور بھی ایسے جانے پہچانے بہت سے لوگ ہیں جو اردو کے لئے بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں مگر اپنے گھروں کو اردو کا قبرستان بنا چکے ہیں۔ کیا اردو کے نام پر چند باتیں کر لینا اسی سے اردو کی ترقی ہو جائے گی؟ میرا یہ سوال ہر پڑھے لکھے شخص کے لئے ہے۔ اب وقت ہے اردو کے حوالے سے ہمیں سنجیدہ ہونے کا اور اس کے فروغ کے لیے بساط بھر کوشش کرنے کے لئے۔ ورنہ وہ دن دور نہیں جب غیر پکار اٹھیں۔

؎ اس گھر کو آگ لگی گھر کے چراغ سے''

نقد و نظر کے باب میں دو شاعروں کی نعتیہ شاعری پر عمدہ مضامین بھی شائع کیے گئے ہیں۔ مرتب جناب غلام ربانی فدا نے حافظ کرناٹکی کا انٹرویو بھی اس شمارے میں موجود ہیں۔

نعتیہ ادبی مضامین میں ڈاکٹر نسیم الدین فریس، سید یحیٰ انصاری، ڈاکٹر سید یحیٰ نشیط ،غلام ربانی فدؔا وغیرہ شامل ہیں۔ ملک و بیرون ملک کے نعت گو شعرا کے کلام شامل

ہیں۔آخر میں مرتب کا ایک سفرنامہ بھی شامل ہے۔

''جہانِ نعت'شمارہ (۵):

جہانِ نعت کا شمارہ نمبر ۵، جولائی تا ڈسمبر 2012 ہے۔حرفِ آغاز حسبِ معمول مدیر اعلیٰ جناب غلام ربانی فداؔ نے ہی تحریر کیا ہے۔اس کے بعد غلام ربانی فداؔ،عزیز الدین عزیز بلگامیؔ،رضوان احمد،سید ریاض حسین شاہ، ایم جسیم الدین شرر،ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی، فیروز بخت ، ڈاکٹر رضوان انصاری،ڈاکٹر محمد الیاس ملا،سید افتخار حیدر، پروفیسر احمد اللہ خان ودیگر کے مضامین شامل ہیں۔۔نقد ونظر کے باب میں دو کتابوں پر تبصرے بھی شائع کیے گئے ہیں۔اس شمارے میں حسبِ روایت جناب عارف القادری جیسے معتبر شاعر کا گوشہ اور انٹرویو بھی شامل ہے۔آخر میں مدیر اعلیٰ کے نام موصول ہونے والے خطوط پیش کیے گئے ہیں۔جن میں ملک وبیرون ممالک سے موصول ہونے والے مکتوبات شامل ہیں۔ان خطوط سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ''جہانِ نعت''پوری اُردو دُنیا میں اپنی پہچان رکھتا ہے۔جناب طاہرؔ سلطانی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ ایک مبارک اور نیک کام کو خوش اسلوبی سے انجادے رہے ہیں۔یہ شمارہ بھی جہانِ نعت کے دیگر شماروں کی طرح پسند کیا گیا۔

''جہانِ نعت'' شمارہ (۶):

جہانِ نعت کا چھٹا شمارہ نعت نمبر ہے۔یہ شمار جنوری تا جون 2013 میں منظر عام پر آیا۔آغاز میں عرش صہبائی کی حمد ی اور اس کے بعد ایاز صدیقی کی نعت شاملِ اشاعت ہیں۔''ساتھی ہے نہ کوئی زادِ سفر ہے'' کے عنوان سے غلام ربانی فداؔ لکھتے ہیں:

> ''پاکستان میں عرصۂ دراز سے لے کر آج تک ''نعت رنگ، ماہنامہ نعت رنگ، مجلہ شہرِ نعت، جہانِ حمد، ارمغانِ حمد،نعت نیوز، مدحت کی جانب سے مستقل تحقیقی واشاعتی کام جاری ہے۔یہاں تو یہ حال ہے کہ اگر کوئی شخص یونیورسٹی کی سطح پر نعت پر ریسرچ ورک کے جذبے سے رجسٹریشن کرائے اور اپنی تحقیق کے سلسلے میں متعلقہ اشخاص سے تلاشِ مواد کی کوشش کرے تو اسے ناکامیابی ومایوسی

کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔یہاں تعاون تو دور کی بات ہے حوصلہ افزائی کے چند کلمات بھی کہنا۔لگتا ہے کہ شرم وعار کا باعث ہے۔اس کے برعکس پڑوسی ملک میں آپ اگر جائیں تو چند ماہ میں ہی آپ کا تحقیقی مقالہ مکمل ہو جائے''

اس اقتباس میں جو کرب ہے وہ اہل دل بہت ہی آسانی محسوس کر سکتے ہیں۔

مضامین کے حوالے سے پہلا مضمون ''محبوبیت کا اظہار'' کے عنوان سے حلیم حاذق کا ہے۔صحابہ کی نعتیہ شاعری اور ہم'' کے عنوان سے ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کے مضمون کے بعد جسیم الدین شرر کا مضمون 'فارسی میں نعت گوئی'' کے عنوان سے ہے۔ڈاکٹر نسیم بانو کا مضمون ''شاعری کیا ہے'' کے عنوان سے ہے۔ان کے بعد غلام ربانی فدا،عتیق الرحمٰن اجمل،آلِ رسول حسنین میاں نظمی،محمد ادریس رضوی،توفیق احسن برکاتی ڈاکٹر احمد علی برقی اعظمی وغیرہ کے مضامین ہیں۔حسب سابق اس میں ڈاکٹر مشاہد رضوی کا مکمل گوشہ شامل ہے اور انٹرویو بڑا جاندار ہے۔

جہان نعت کے شمارہ 4اور 5 پر سعیدہ اختر اور جہان نعت شمارہ 5 پر توفیق احسن برکاتی کے عمدہ تبصرے متاثر کرتے ہیں۔

اس کے بعد متفرق شعرا کے نعتیہ کلام شائع کیا گیا ہے۔نعت نامے کے تحت جناب سید افتخار حیدر(کینڈا) جناب شاکر القادری (پاکستان) جبار واصف (کراچی) عبداللہ لالاموسا (اسپین) ڈاکٹر م ق سلیم (حیدرآباد) ڈاکٹر رضوان انصاری،وغیرہ کے خطوط شامل ہیں۔نعتیہ ادب کے حوالے سے یہ شمارہ نہایت اہم ہے۔

''جہان نعت'' شمارہ (۷):

جہان نعت کا ساتواں شمارہ جولا تا ڈسمبر ۲۰۱۳ شائع ہوا۔جو **128** صفحات پر مشتمل ہے۔

''جہانِ نعت'' حمد و مناجات نمبر اگر چہ ایک نعتیہ کتابی سلسلہ ہے مگر حمد بھی اس کا موضوع ہوتا ہے چنانچہ یہ شمارہ حمدیہ ادب کے حوالے سے مرتب ہوا ہے۔اس شمارے کی ابتداء حمدیہ کلام ہی سے ہوتی ہے پھر نعتیہ کلام پیش کیا گیا ہے۔اس کے بعد مرتب جناب غلام ربانی فداؔ نے ابتدائی ''ابتدائیہ: جن پر تکیہ تھا وہ پتّے ہوا دے گئے'' کے عنوان سے

لکھا ہے۔ جس کے بعد مضامین شامل ہیں '' حمد اور مناجات کے تناظر میں قرآن کا اسلوب بیان' کے حوالے سے ڈاکٹر حاجی ابوالکلام' کا مضمون شامل ہے اس کے بعد ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط ، ڈاکٹر آغا غیاث الرحمن، طاہر حُسین طاہرؔ سلطانی ،تنویر پھولؔ ،ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی، علیم صبا نویدی، محمد سہیل قادری، محسن اعظم محسنؔ ملیح آبادی وغیرہ کے مضامین شامل ،۔مرتب نے شائع شدہ حمد یہ کلام کی ایک فہرست بھی شائع کی۔آخر میں نعت نامے کے تحت '' قاضی فراز احمد۔رتنا گیری،تنویر پھول۔امریکہ سید انور جاوید ہاشمی شریک مرتب تذکرہ کراچی، سید رحمانی مدیر ادبی محاذ کٹک، بلقیس باشرفی۔بنگلور کے خطوط بھی شامل ہیں۔اس شمارے میں بھی جناب طاہر سلطانی کا گوشہ شامل اشاعت ہے۔حمد یہ ونعتیہ ادب کے حوالے سے دلچسپ انٹرویو بھی۔جہانِ نعت کا یہ شمارہ ایک یادگار نمبر ہے۔

''جہانِ نعت'' شمارہ (۸):

جہان نعت کا شمارہ نمبر ۸، جنوری تا جون 2014 (کرناٹک میں نعت گوئی) شائع ہوا۔ 96 صفحات کا پورا شمارہ معروف عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب راجا رشید محمود کے نام منسوب میں ہے۔یہ پورا شمارہ کرناٹک میں نعتیہ شاعری کے حوالے سے خصوصی شمارہ ہے۔مرتب کی محنت و مشقت کو ظاہر کرتا ہے۔مقالات و مضامین میں۔مضمون نگاروں میں ڈاکٹر محمد علی اثرؔ، ڈاکٹر ایس ایم عقیل، م پ راہی بھدراوتی، محمد یوسف رحیم بیدری، ڈاکٹر وحید انجم ،غلام ربانی فدا میں اہم نام ہیں۔نعت کائنات کے عنوان سے کرناٹک کے شعرا کا نعتیہ کلام ،اور'' کائناتِ نعت'' کے عنوان سے کرناٹک کے شاعرات کا نعتیہ کلام شامل ہے۔اس شمارے مرتب نے کرناٹک میں شائع ہونے والا مجموعہائے نعت ایک فہرست بھی پیش کی ہے۔جو مرتب کی جانفشانی اور عرق ریزی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اگر صوری معنوں میں دیکھا جائے تو شمارہ نمبر ۸ سب سے خوبصورت ہے۔کرناٹک کی نعتیہ شاعری کو سمجھنے کے لئے یہ رسالہ کافی اہم ہے۔

''جہانِ نعت'' شمارہ (۹):

جہان نعت شمارہ ۹ اب تک اہم پیش رفت ہے جس کی ضخامت بھی زیادہ ہے اور مضامین ونعوت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انتخاب بھی نہایت ہی عمدہ ہے، جس کو فداؔ صاحب نے بہترین پیشکش ہے۔اور حسنِ ترتیب کا شاہکار بھی۔ یہ شمارہ خرید کر پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے جو 216 صفحات پر مشتمل ہے۔

محترم غلام ربانی فداؔ نے ربِّ ذوالجلال کی عطا کردہ خصوصی ہمّت اور دلچسپی کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے اس شمارہ کو ایک مکمّل کتاب بلکہ شاعری کے تذکروں میں اک شہکار بنادیا ہے۔''آل انڈیا تحریک فکرِنعت' ہیرور سے شائع ہونے والے اس خوشبو اور روشنی بھرے شمارے کو اہم نمبروں میں شمار کیا جائے۔ کرناٹک کے بے مثال شعراء کی روح پرورحمد ونعت کا انتخاب ہر رنگ میں یہ ایک لازوال حوالہ بنتا ہے۔

''جہانِ نعت'' شمارہ (۱۰):

جہان نعت کا شمارہ نمبر ۱۰ جنوری تا جون 2016 (قصیدہ معراجیہ نمبر) شائع ہوا۔ 100 سے زائد صفحات کا پورا شمارہ معروف عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فاضلؔ کچھوچھوی کے نام منسوب میں ہے۔ یہ شمارہ قصیدہ معراجیہ کا بازفت اور اس کے فنی وادبی محاسن پر خصوصی شمارہ ہے۔مرتب کی محنت ومشقت کو ظاہر کرتا ہے۔مقالات و مضامین میں۔ مضمون نگاروں میں ڈاکٹر فرحت علی صدیقی، ڈاکٹر مشاہد رضوی، مفتی توفیق احسن، مولانا ادریس رضوی کلیان، غلام ربانی فدا اہم نام ہیں۔ آخر میں محدث اعظم سید محمدؔ کچھوچھوی کا مکمل قصیدہ معراجیہ وخطوط شامل ہیں۔ یہ شمارہ نویں شمارہ سے صوری ومعنوی طور پر بہتر ہے۔امید کہ یہ سلسلہ جاری وساری رہے گا۔

اختتامیہ

کرناٹک کے نعتیہ ادب کے مختصر سے مطالعے کے بعد ان کے حوالے سے تاثرات دینے سے قبل مناسب سمجھتا ہوں کہ اتنے عظیم اور اہم منصوبے کی بخیر و خوبی تکمیل پر جناب محمد اقبال اور ان کے رفقائے کار کو مبارک باد دوں جو اس کے بجا طور پہ مستحق ہین۔

نعت کے حوالے سے نثر میں ریاست کرناٹک میں بہت کم کام ہوا ہے اکیسویں صدی کے پہلے دہ میں اس جانب توجہ دلانے والوں میں ارباب ''سالار'' سپہ ''سالار'' ہیں۔اور حمد کے حوالے سے تو کچھ بھی کام نہیں ہوا ہے۔ریاست میں حمد کے موضوع پر پہلی کتاب محترمہ ڈاکٹر سلمٰی کولور کی اور نظمیہ حمدیہ مجموعہ جناب منیر احمد جامی کا ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔جو کہ عالمی اردحمدیہ ادب میں ساتویں نمبر پہ ہے۔نعت کے بارے میں ایک خیال یہ تھا کہ یہ ایک مقدس چیز ہے اس کو پڑھو اور چومو اور طاق پہ سجادو۔ہم ذرا شعور کے پیر پھیلائے تو سیاسی اور نیم سیاسی نظریات کو تنقید کی مسند پر لا بیٹھا۔جب خود کچھ نہ کر سکے تو مغرب کے دوسرے اور تیسرے درجے کے فنکاروں اور قلمکاروں کو تنقید کے امام سمجھ بیٹھے ہیں۔یہاں تک کہ حمد و نعت ،مرثیہ،منقبت کو بھی مغربی اصول شاعری پر رکھا گیا ہے۔'جہان نعت' نے نعت کے تمام شعری اور موضوعاتی پہلوؤں کے جائزہ پر منحصر مضامین شائع کیے۔عوام الناس کو پتہ چلا معیار کیا ہوتا ہے۔کہاں ہے کہاں نہیں ہے۔نعت کوئی کسی فرقہ، مذہب علاقہ یا زبان سے مخصوص نہیں۔ یہ ہر صاحب ایمان اور ذی شعور کے دل کی آواز ہے۔اس کی وسعت کا ہلکا سا خاکہ ان مضامین میں ملتا ہے جو عربی فارسی اردو کے سرمایۂ نعت کے حوالے سے لکھے گئے ہیں۔انہیں پڑھکر سر بلند اور سینہ کشادہ ہوتا ہۓ۔

لوگ کسی ایک دشت فکر میں یا راہ عمل میں بڑے کارنامے انجام دے کر نام

پیدا کرتے ہیں لیکن ان سے بڑا نام ان کا ہوتا ہے جنہوں نے اس کی بنیاد رکھی ری۔

میرے نزدیک ہر وہ شخص محترم ہے جس نے ساری زندگی میں صرف ایک ہی شعر نعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کہا ہو۔ کسی کیا پتہ کس کے درد دل اور عقیدت، جذبات معطر کو رسول کریم نے قبول فرما لئے ہوں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ خصوصاً کرناٹک کے نعت گو شعرا موضوعات و طرز اظہار میں برصغیر کے نعت گو شعرا سے ایک صدی پیچھے ہیں۔

کرناٹک کے شعرا کے نعتیہ شاعری کا خصوصی موضوع مدینہ سے دوری و مہجوری ہے۔ عام طور پر کرناٹک کے نعت گو شعرا میں صابر شاہ آبادی صاحب کو مقبولیت حاصل ہے اور مگر ان کا شعری سرمایہ میں 15 پندرہ نعتیں ''تہذیب منورہ'' میں تیرہ نعتیں ''رحمتِ تمام' 'اور تین (3) نعتیں ''سلسلۂ انوار'' میں ،کل اشاعتی نعتیہ سرمایہ (31) اکتیس نعتیں ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اتنی کم تعداد میں نعتیں کہی ہیں ہیں اور ڈاکٹر صغریٰ عالم کی سینکڑوں نعتیں ہیں۔ زبان و بیان، موضوعات کے اعتبار سے صابر شاہ آبادی سے لاکھوں درجہ بہتر ہیں۔ نہ معلوم کس ذہنیت کے لوگوں نے صغریٰ عالم کو چھپائے رکھا اور صابر شاہ آبادی کو نعتیہ ادب کے آسمان پر پٹھائے رکھا۔ ناقدین اندھی تقلید میں تحقیق کے بجائے نقالی سے کام لئے اور اس طرح سے کسی کو جائز مقام نہ مل سکا۔ سیدہ اختر کا مجموعہ کلام ''صحیفۂ درخشاں'' خالص نعت کا مجموعہ نہیں ہے۔ صفحہ نمبر 140 کے بعد سے اس میں مختلف منقبتیں، نظمیں اور غزلیں شامل ایک دو یا دس بیس نعتیں ہر شعری مجموعہ میں مل جائیں گی۔ کیا ہر مجموعہ کو نعتیہ مجموعہ شمار کیا جائے گا؟ کرناٹک کے بے شمار ناقدین نے صحفیۂ درخشاں اور سلسلۂ انوار کو نعت کا مجموعہ کہا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح انہیں نعتیہ مجموعوں کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔

انٹرویو عزیز بیلگامی کا

(سوال) : نعت کن مراحل سے گزر رہی ہے اور اس کے کون کون سے آفاق ہیں ۔

(جواب) نعت کے موجودہ مراحل کے بارے میں یہ سوال بہ ظاہر ایک سادہ سا سوال ہے، لیکن مجھے اِس باب میں اِیمانداری سے کچھ کہنے کی اِجازت مل جائے تو میں عرض کروں گا کہ نعت پر ایسا وقت شاید اِس سے پہلے کبھی نہیں آیا، جس کے درمیان سے یہ عصر حاضر میں گزر رہی ہے ۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ مذکورہ سوال کو آپ نے غیر شعوری طور پر اِس کے متوقع آفاق سے جوڑنے کی سعی فرمائی ہے ۔ نعت کے آفاق کی جستجو ایک کٹھن مرحلہ ہے اور اِس کے حقیقی معیار کا تعین کئی اسباب کے تحت ایک پیچیدہ پروسس ہے ۔ پہلا سبب یہ ہے کہ نعت کہنے والے زیادہ تر مسلمان ہیں اور مختلف متحارب مسالک کے زیر اثر ہیں، اور اِن کا نعتیہ کلام اِن کے مسلکی تصورات کے اثرات سے خالی نہیں ۔ غیر مسلم نعت گو شعراء بھی اپنے قرب و جوار میں برپا مسلم مسلکی شورشوں سے اپنے کلام کو بچا نہیں پاتے ۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ عصر حاضر ایک مادی عصر ہے، اور اِس حد تک مادی کہ اِس کے روحانی وسائل بھی مادیت کے حصول

کا ذریعہ بن گیے ہیں جو شعراء کی نعتیہ کاوشوں پر اثر انداز ہو کر اِنہیں بے روح بناتے رہتے ہیں۔تیسرا سبب یہ ہے کہ انسانوں کے انسانوں پر ظلم اور اِن کی شقی القلبی نے آج انسانوں ہی کو کچھ اِس طرح اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے کہ آج کا فنکار شعوری یا لاشعوری طور پر کسی نہ کسی کے خوف کے سائے میں اپنا کلام معرضِ وجود میں لاتا رہتا ہے، جس میں نعتیہ کلام بھی شامل ہے۔یہی اسباب ہیں جن کے تحت ہم نے آقائے نعمدار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی شخصیت کو گم کر رکھا ہے۔یہی اسباب ہیں جن کے تحت ہم آقاؐ کی شخصیت کو بانٹتے رہتے ہیں۔نتیجتاً اُن کے مقصدِ وجود سے ہم بے بہرہ ہو کر نعتیں کہہ لیتے ہیں یا نعت کہنے کی رسم ادا کر لیتے ہیں اور اپنی نعت کو بے اعتدالی کا شکار بنا دیتے ہیں۔یہاں ۳۵ سال پرانے ایک اہم واقعہ کا ذکر فائدے سے خالی نہیں ہوگا۔ریاست کے ایک اہم مقام پر ایک نعتیہ مشاعرے میں ہم اپنے اُستادِ محترم عطاء الرحمٰن عطاؔ مرحوم کے ساتھ شریکِ محفل تھے۔قابل اناؤنسر نے مشاعرے کے نعتیہ حصہ کی جم کر نظامت فرمائی تھی جسے بہت پسند کیا گیا تھا لیکن جب غزل کا دور شروع کیا گیا تھا تو اناؤنسر کے الفاظ ہم سب پر بجلی بن کر گرے تھے: ’’آئیے، نعتیہ دور کے بعد غزل کا دور شروع کیا جاتا ہے، جی ہاں، اختر شیرانی کی وہ غزل جس میں بدن کی کتاب پڑھی جاتی ہے۔۔۔میں عطاء الرحمٰن عطاؔ سے غزل کا دور شروع کرنے کی گزارش کرتا ہوں۔‘‘ عطاؔ مائک پر آئے اور چند لائن فی البدیہہ طور پر پڑھے اور بیٹھ گیے اور جس کے فوراً بعد اناؤنسر نے مشاعرے کے اختتام کا یہ کہہ کر اعلان کر دیا تھا کہ عطاؔ کا میں شکر گزار ہوں کہ اُنھوں نے ہماری بروقت رہنمائی فرما کر ہمارے احساس کی آنکھیں کھول دی ہیں۔مجھے عطاؔ کی صرف چار لائنیں یاد ہیں

نعت کی بزم کا بھی حال ہے ریڈیو جیسا
بعد قرأت کے لگے جیسے لتا کا گانا
یا اِن افکار کی سولی پہ تمہیں چڑھنا ہے

یا اِن افکار کو سولی پہ چڑھانا ہوگا

میں سمجھتا ہوں آج بھی حالات جوں کے توں برقرار ہیں اور صورتحال نہ صرف یہ کہ بدلی نہیں، بلکہ مزید بگڑ گئی ہے۔ پونے دوسو کروڑ نفوس پر مشتمل یہ عظیم ملّت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ کی محبتوں کے تمام تر دعووں کے باوجود ایک ذلیل وخوار زندگی پر قناعت کر چکی ہے، جسے بنی اِسرائیل کو برطرف کر کے اِمامت کے منصب پر فائز کیا گیا تھا اور چودہ سو سال بعد بھی یہ اپنے منصب کا چارج لینے سے قاصر نظر آتی ہے۔ ایسے میں آپ نعت کے کونسے آفاق کی جستجو فرمائیں گے۔

سوال: آپ موضوعات کے اعتبار سے ہند اور پاک کے نعتیہ کلام میں کیا امتیازات محسوس کرتے ہیں؟

جواب: نعت خالصتاً حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک شاعر کے اظہارِ عقیدت کا نام ہے۔ عقیدت مند کسی بھی ملک کا ہوسکتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جغرافیائی سرحدوں کا عقیدتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی واسطہ بھی نہیں، نہ نعت میں عشقِ رسولؐ سے جڑے موضوعات کسی ملک کے خزانۂ نعت کے لیے کوئی امتیاز پیدا کر دیتے ہیں۔ ہاں، حریتِ فکر اور کسی قوم کو حاصل حقیقی ذہنی وسیاسی آزادی سے مذکورہ اِظہارِ عقیدت کی ماہیت و کیفیت بدل سکتی ہے اور ایسے ہر ملک کے شاعر وفنکار نعت کو یا تو بلندیاں عطا کر جاتے ہیں یا کسی محدود دائرے میں محصور کر دیتے ہیں۔ بات اگر ہندو پاک کے نعتیہ کلام تک محدود ہے تو آپ کے سوال کا جواب پیچیدہ نہیں ہوگا۔ پاکستان میں اپنے تمام تر پیچیدہ مسئلوں کے باوجود ایک آزاد مسلم قوم اپنی انفرادی حریت فکر کے ساتھ رہتی بستی ہے تو اِس کی آزادی اور حریت فکر اِس کے شاعر وفنکار کی تخلیق میں جا بجا نظر آئے گی، چاہے کوئی صنفِ سخن کیوں نہ ہو۔ ظاہر ہے جس ملک کے قیام کو علامہ اِقبال علیہ رحمہ کی تائید حاصل رہی ہو، وہاں کے شعراء کا نعتیہ کلام امتیازات کے اعتبار سے فائق تر ہی رہے گا۔ رہی ہندوستان کا نعتیہ منظر نامہ تو، بہ ظاہر ہندوستانی

نعت گو بھی اگرچہ ایک آزاد قوم سے متعلق مانا جاتا ہے، تاہم آج بھی یہاں کی دو قومی کشمکش یہاں کی عوام کی نفسیات کا حصہ ہے، جس کے سبب اپنی نعت کو وہ اِس نفسیات کے اثرات سے بچا نہیں پاتا۔ اِلا ماشاءاللہ، یہاں بھی مستثنیات موجود ہو سکتے ہیں، بلکہ موجود ہیں۔

سوال: آج کے نعت نگاروں کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: میرا پیغام یہی ہے کہ جس ہستی کی توصیف بیان کرنے میں ہمارے نعت نگار رطب اللسان ہیں سب سے پہلے وہ، اُنؐ کا حقیقی تعارف حاصل کریں پھر اُن کی نعت کہنے کو قلم اُٹھائیں۔

سوال: کیا شاعری کے لئے عشق ضروری ہے؟

جواب: شاعری کے لیے جس عشق کی ضرورت ہے اُس کا ادراک ضروری ہے۔ عشق کے الگ الگ تصورات سے شاعری کی نوعیت و ماہیت بدل جاتی ہے۔ جدید دور کے جنسی ماحول میں عشق کا لفظ استعمال کرتے وقت خوف محسوس ہوتا ہے۔ لفظ ''عشق'' کی ہمارے بیشتر شاعروں نے دھجیاں اڑا دی ہیں، اور عشق ،جنس زدگی کے مترادفات میں شامل ہو گیا ہے۔ تفصیل کا موقع نہیں۔

سوال: آپ کی پہلی غزل اور پہلی نعت کا مطلع و مقطع ارشاد فرمائیے؟

جواب: نعت:

اہلِ ستم کے پتھر کھا کر گل برسانے والا وہؐ
اور دعائے خیر کی خاطر ہاتھ اُٹھانے والا وہؐ
اپنے قلم کی قُوت کو تو اُس پہ لُٹانے والا عزیزؔ
لفظوں کے ہر پیکر کی تاثیر بڑھانے والا وہؐ

غزل: صرف مطلع اور ایک شعر یاد ہے

: مجھے سنو کہ میں ادنیٰ سہی، وہ اعلیٰ ہے

درِ خیال مرا آج کھُلنے والا ہے
اگر ہو چشم پہ عینک سیاہ شیشوں کی
سفید رنگ بھی اُن کی نظر میں کالا ہے

سوال: آپ کے پسندیدہ شاعر کون ہیں؟

جواب: علامہ اِقبال، عامر عثمانی، نعیم صدیقی، حفیظ میرٹھی، ظفر گورکھپوری۔

سوال: پسندیدہ لباس، خوشبو، رنگ؟

جواب: ہر وہ لباس جسے زیبِ تن کرتے ہوئے کسی کمتری کا احساس نہ ہوتا ہو، خوشبوئے وفا کے ساتھ ہر وہ خوشبو جو مشام جاں کو معطر کردے، رنگ وہ جو آنکھوں پر بوجھ نہ بنے، ہلکا سبز رنگ پسند کرتا ہوں۔

سوال: کیا آپ کے بچوں میں کوئی شعر کہتے ہیں؟

جواب: شعر کہتے تو نہیں، البتہ شعر سمجھتے ضرور ہیں۔ میرے اشعار کے اولین سامعین میں میری اہلیہ اور میرے بچے شامل ہوتے ہیں۔ یہاں سے ہری جھنڈی مل جاتی ہے تو مشاعرے میں پڑھنے کا اعتماد حاصل ہو جاتا ہے۔

سوال: ادارہ جہان نعت اور قارئین کے لئے کوئی پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: جہانِ نعت کے نام سے ایک ادارے کی تشکیل اور ریاستِ کرناٹک میں اِس شان سے اِس کا نظم و انصرام قابل صد ستائش ہے۔ آپ جیسی قطرۂ سیماب جیسی شخصیت کی سرپرستی اِسے حاصل ہے تو یہ سونے پر سہاگہ ہے۔ جہانِ نعت کے لیے پیغام کے بجائے میرا یہ مشورہ ہے کہ اِسے فکر و نظر کی افراط و تفریط سے بچا کے رکھا جائے، جس کی طرف گزشتہ جوابات میں اِشارے موجود ہیں۔ قارئین کے لیے صرف اِتنا عرض ہے کہ وہ نعت کو عقیدت کے ساتھ سننے کے ساتھ ساتھ شاعر کے موضوعات پر کڑی نظر رکھیں اور نعت کے سلسلے میں بے راہ رَو شعراء کی بدتمیزیوں کا جرأت کے ساتھ مقابلہ کریں نہ کہ واہ واہ کے ساتھ ہمت افزائی

انٹرویو حافظ کرناٹکی کا

(سوال) : آپ علمی و مذہبی شخصیت کے حامل ہیں، مختصر خاندانی پس منظر بیان کیجئے۔

(جواب) میرا سلسلہ نسب عادل شاہی خاندان سے ملتا ہے، میرے دادا قاسم صاحب اصلاً آندھرا پردیش، پینگنڈا کے باسی تھے۔ انگریزی استبداد کی وجہ سے جب معزز خاندانوں کا زوال شروع ہوا تو وہ ہجرت کر کے کرناٹک چلے آئے۔ کیوں کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کل تک جن لوگوں کی امداد کیا کرتے تھے آج انہیں کے سامنے خستہ حالی کی زندگی گزاریں۔ وہ علم و آگہی کا اور زبان و ادب کا خاصہ شعور رکھتے تھے۔ سو انہوں نے اپنے تمام بچوں کو تعلیم دلائی۔ میرے والد صاحب کچھ دنوں ملٹری میں رہے پھر گورنمنٹ معلم بن گئے۔ میری والدہ محترمہ بھی معلمہ تھیں۔ اور نہایت عمدہ ادبی ذوق رکھتی تھیں، وہ اپنے طور پر حمد و نعت کہا کرتی تھیں اور اسکول کے بچوں کو سنا کر خوش ہوتی تھیں۔ میری تربیت میں والدہ کے ادبی ذوق اور گھر کے مذہبی ماحول کا بہت ہی اہم رول ہے۔

(سوال) : آپ نے بچوں کے لیے جو کتابیں لکھی ہیں اسے ادب اطفال کبھی

فراموش نہیں کر سکے گا۔آپ ادب اطفال کی طرف کب اور کیسے متوجہ ہوئے؟ پہلی غزل یا نظم کے ایک آدھ اشعار سنائیں۔

جواب میں نے ادب اطفال کے لیے جو کچھ لکھا ہے وہ کتنا اہم اور قیمتی ہے اس کا فیصلہ میں نہیں وقت کرے گا۔کہ وہی سب سے بڑا فیصل ہے۔ویسے تو میں ابتدا ہی سے شعر و شاعری کی طرف راغب ہوگیا تھا اور نظمیں غزلیں کہنے لگا تھا۔جسے میں اپنے دوستوں کو سنایا کرتا تھا اور ان کی تعریف سے حوصلہ پاتا تھا۔میری پہلی غزل روزنامہ سالار بنگلور میں ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی۔جس کے دو اشعار اب بھی یاد ہیں۔آپ بھی سن لیجئے۔

پھول نہیں تو کانٹا دے
مجھ کو کوئی تحفہ دے
شبنم مانگ رہے ہیں گل
آنکھیں اپنی چھلکا دے

ہاں میں بچوں کے ادب کی طرف اس وقت متوجہ ہوا جب مجھے اردو کی نصابی کتابوں کی تیاری والی کمیٹی میں شامل کیا گیا۔میں نے نصاب کی ضرورت کے تحت جب نظمیں تلاش کیں تو بڑی مایوسی ہوئی۔بعض لوگوں نے مجھے حوصلہ دیا کہ تم خود بھی تو شاعری کرتے تھے۔اس لیے تم ہی کوشش کرو۔اس طرح میں نے بچوں کے لیے موضوعاتی نظمیں لکھنی شروع کر دی جس کی بے طرح تعریف ہوئی۔اور میں نے ہر قسم کی ضرورت کے تحت بے تحاشا نظمیں لکھیں تب سے اب تک یہ سفر جاری ہے۔

سوال : آپ نعت کی جانب کب متوجہ ہوئے۔اور آپ کی پہلی نعت کہاں شائع ہو۔

جواب میں نے بتایا کہ شاعری تو میں نے طالب علمی کے زمانے سے شروع کر دی تھی اور ہر طرح کی چیزیں کہتا تھا۔اس میں نظم،غزل،حمد و نعت،سبھی کچھ شامل تھا۔لیکن

میں نے اپنی شاعری کی اشاعت کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی اور بہت کچھ ابتدائی سرمایہ ضائع ہوگیا۔ بعدازاں اللہ کے فضل وکرم سے مجھے حج وعمرہ کا بار بار موقع ملا تو اپنے آپ دل اس جانب مائل ہوگیا اور میں نے گنبد خضرا کے سامنے بیٹھ کر کئی نعتیں کہہ ڈالیں۔ پھر تو سیرت النبیؐ اور حمد ونعت میری تخلیقی زندگی کا اٹوٹ حصہ بن گیا۔ اللہ کا فضل ہے کہ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

سوال: آپ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں، بہت سارے اداروں کی نگرانی کرتے ہیں، کئی طرح کے سماجی اور فلاحی و رفاہی کام کرتے ہیں۔ تو آپ بتائیں کہ اتنی ساری مصروفیت کے باوجود آپ ادب کے لیے کیوں کر وقت نکال لیتے ہیں۔

جواب: ایک بات آپ جان لیجئے کہ تخلیقی نوعیت کا کوئی کام ایسا نہیں ہوتا کہ آپ وقت نکال لیں یا آپ کے پاس بہت وقت ہو تو آپ شاعر یا فنکار بن جائیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ تخلیق ایک طرح کا سوتہ ہوتا ہے جو اپنے آپ پھوٹ نکلتا ہے۔ اور دنیا بھر کی مصروفیت اور اس کے تقاضوں کی خشکی کا سینہ پھاڑ کر پھوٹ پڑتا ہے۔ جس سے نہ صرف یہ کہ فنکار تر و تازہ ہو جاتا ہے بلکہ اس کی زندگی کی خشکی اور حالات کا چٹیل پن بھی گلزار بن جاتا ہے۔ اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ ادب کے لیے میں وقت نہیں نکالتا ہوں ادب خود ہی مجھے ڈھونڈ نکالتا ہے اور کسی بھی وقت مجھ پر تخلیقی بارش کی طرح برس جاتی ہے۔

سوال: شعر گوئی جز وقتی کام ہے یا کل وقتی؟

جواب: سوال واضح نہیں ہے۔ جو سچا فنکار ہوتا ہے وہ از اول تا آخر بس فنکار ہوتا ہے بھلے سے اسے زندگی کے دوسرے کام بھی کرنے پڑتے ہوں۔ ادب میں پارٹ ٹائم کام کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

سوال: کیا شاعری کے لیے عشق ضروری ہے؟ کیا آپ بھی اس فطری جذبہ سے مغلوب ہیں، عشق کی حیثیت آپ کی نظر میں؟

جواب آپ نے ایک ہی سوال کے تین ٹکڑے کر دیئے ہیں، صرف آخری جملہ ہی کافی تھا۔ بہرحال شاعری کے لیے ہی نہیں دنیا کے ہر کام کے لیے عشق ضروری ہے۔ انسان کو اپنے کام سے عشق نہ ہو تو وہ کوئی بھی کام نہیں کر سکے گا۔ یوں بھی دنیا میں کوئی بھی بڑا کام جنون کے بغیر انجام نہیں پاسکا ہے۔ جب آپ نے یہ کہہ ہی دیا ہے کہ یہ فطری جذبہ ہے تو ظاہر ہے کہ فطری جذبہ سے دنیا کا کوئی بھی نارمل انسان مُبرّا نہیں ہوسکتا ہے۔ ہاں اس کی نوعیت مختلف ہوسکتی ہے۔ عشق کی اہمیت میری نظر میں روح کی سی ہے۔ مگر یہ بات وہی لوگ بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں جو حسن و عشق کی حقیقت سے واقف ہیں۔

سوال : آپ پر کن اساتذہ کرام کے گہرے اثرات ہیں؟

جواب سوال مہمل ہے، غالباً آپ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ میں کن اہم شعرا سے زیادہ متاثر ہوں۔ تو بھائی عرض کرتا چلوں کہ میں ادب اطفال کی حد تک مولانا اسماعیل میرٹھی سے کافی متاثر ہوں۔ مگر آپ ان کے اثرات میری شاعری میں تلاش نہیں کرسکیں گے۔ کسی سے متاثر ہونا اور بات ہے اور کسی کے اثر میں گرفتار ہونا اور بات ہے۔

سوال : آپ کی پہلی مطبوعہ کتاب کا نام کیا ہے؟ اب تک آپ کی کتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں؟

جواب میری پہلی مطبوعہ کتاب کا نام ”معصوم ترانے“ ہے۔ اب تک میری تقریباً تیس کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

سوال : ادب اطفال کا مستقبل روشن ہے یا تاریک؟

جواب : شاید آپ نے سنا ہوگا کہ دانشوروں نے متفقہ طور پر قریب قریب یہ بات مان لی ہے کہ اکیسویں صدی خواتین اور بچوں کی ہوگی۔ ایسی صورت میں کیوں کر کہا جاسکتا ہے کہ ادب اطفال کا مستقبل تاریک ہے۔ ویسے اردو والے مایوسی کی باتوں کے زیادہ عادی ہو گئے ہیں۔ آپ یقین جانیے کہ ادب اطفال اور اردو ادب دونوں کا مستقبل تابناک ہے۔

سوال : آپ کو ویران جزیرے میں بھیج دیا جائے تو کون سی چیزیں لے جانا پسند کریں گے؟

جواب : کتابیں اور کاغذ قلم۔

سوال : آپ خوش ہوتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟

جواب : باتیں کرتا ہوں، ہم مذاق دوستوں کی محفل میں شریک ہوتا ہوں، اور نثر لکھتا ہوں۔

سوال : آپ اداس ہوتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟

جواب : خاموش رہتا ہوں اور شاعری کرتا ہوں

سوال : آپ کا پسندیدہ رنگ، خوشبو، اور کپڑا

جواب : میرا پسندیدہ رنگ سفید ہے، پسندیدہ خوشبو موگرا اور رحنا ہے۔ جب کہ کپڑا مجھے نرم ملائم اور راحت پہنچانے والا پسند ہے۔

سوال : کرناٹک اردو اکیڈمی کے منصوبے

جواب : اس کے لیے اکیڈمی کے اغراض و مقاصد منسلک کر رہا ہوں

سوال : جہانِ نعت کے تعلق سے آپ کے کیا تاثرات ہیں۔ قارئین کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب : ایسا جہان جسے جہانِ نعت سے تعبیر کیا جا سکتا ہو اس کے حسن اور رعنائی اور دلکشی کا بھلا کیا بیان ہو سکتا ہے۔ ہر اہل ایمان اس جہان میں گم ہو جانا پسند کرے گا۔ میں اپنے قارئین کو بس یہ پیغام دینا چاہوں گا کہ آپ اس اعتقاد کے ساتھ اردو پڑھیئے، لکھیئے اور بولئے کہ یہ زبان ہی نہیں تہذیب کی خوشبو بھی ہے۔ جو اس سے عاری ہے وہ کاغذی پھول کی طرح خوبصورت تو ہو سکتا ہے مگر دوسروں کو معطر نہیں کر سکتا ہے۔*****

غلام ربانی فداؔ سے ایک مکالمہ

مصاحبہ گو منیر احمد جامی

سوال : اپنا مکمل ادبی، سوانحی، مذہبی پس منظر بیان کیجئے۔

جواب : ناچیز غلام ربانی فداؔ، ہیرور تعلق ہانگل (ہاویری ضلع کرناٹک) کے ایک متوسط گھرانے اور اپنے علاقے مشہور سیاسی لیڈر جناب نور احمد اکی کے گھر یکم جون ۱۹۸۸ء کو پیدا ہوا۔ ناچیز نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے گاوں کے دینی مکتب سے حاصل کی، بعد ازاں دارالعلوم قادریہ ڈانڈیلی میں کچھ سال رہ کر اَعلا دینی تعلیم کا حصول کیا، اسی طرح ابتدائی عصری تعلیم گورنمنٹ پرائمری اسکول سے حاصل کرتے ہوئے اعثمانیہ یونیورسٹی سے ڈی ایڈ ان عربک اور اردو ادب میں بی اے اور ایم اے کے اندر امتیازی درجہ سے کامیابی نصیب ہوئی۔

آپ نے ادبی پس منظر کے بارے میں بھی دریافت کیا ہے اس سلسلے میں عرض ہے کہ ہمارے گھرانے میں ماضی میں کوئی شاعر یا ادیب تو نہیں گزرا حیدرآبا کی ادبی فضا و مدارس کی مقدس ہوا، شہر لکشمشیور سے قلبی لگاؤ کا ثمرہ ہے کہ شاعری، نثر نگاری اور تحقیق و تنقید وغیرہ کا شعور پیدا ہوا۔ والدین کی تربیت کا بھی اس میں دخل ہے کہ انھوں نے اچھی کتب کے مطالعہ کی بچپن ہی سے عادت پیدا کی۔ تقریباً ہر فن اور ہر موضوع پر کتابیں گھر میں موجود ہونے کے سبب مطالعہ کے شوق نے بھی ادبی ذوق کو مہمیز دی۔ ہاں! طالب علمی کے زمانے میں کچھ ایسے دوستوں کی صحبت بھی ملی جس کی وجہ سے شعری و ادبی ذوق پروان چڑھا۔ ابتداً کئی لوگوں نے میری شعر گوئی کی مخالفت کی میں نے ان کو جواب دینے کے بجائے کام کرنے پہ توجہ مرکوز رکھی۔

سوال : آپ کی شخصیت کے چار رنگ ہیں، ادیب شاعر، صحافی، محقق۔ آپ کیا کہیں گے اس بارے میں؟

جواب : جی اللہ کا کرم ہے۔ میں تو اس حوالے سے کچھ نہیں کہوں گا قارئین ہی فیصلہ کریں تو مناسب

ہوگا۔

سوال : آپ نے غزل گوئی کا آغاز کب کیا اور دو شعر سنایئے؟

جواب : ویسے میں ۲۰۰۸ میں غزل گوئی کا آغاز کیا اس سے پہلے مذہبی ادب وصحافت سے جڑا ہوا تھا۔ لیجیئے چند شعر حاضر ہیں۔

دلوں کو جلاتے شرارے ہیں آنسو،
غمِ عشق کے ماہ پارے ہیں آنسو
سدا ان بچاروں کو پیارے ہیں آنسو
غریبوں کی آنکھوں کے تارے ہیں آنسو
جو لب پر نہ آیا کہا آنسوؤں نے
محبت کے روشن اشارے ہیں آنسو
ہیں پلکیں ہماری منور منور
منڈیروں پہ جن کی ستارے ہیں آنسو
فدؔا لوگ سمجھے ہیں ان کو ستارے
نمایاں فلک پر ہمارے ہیں آنسو

سوال : آپ تنقیدِ نعت کے منظر نامے بہت اعتبار کے ساتھ پیش کیے جا رہے ہیں۔ نعت کے کچھ اشعار سنایئے؟

جواب ۔ ہاں! یہ سب نعت پر کام کرنے فیض ہے۔ یہ بات اور ہے کہ اس میں میری ذاتی کاوشیں بھی ہیں۔

مقدر جب بلندی پر بفیضِ کبریا ہوگا
جبینِ شوق ہوگی اور درِ خیرالوریٰ ہوگا
یہی پہچان ہے بس عاشقِ سرکار کی ،اس کے

لبوں پر ہر گھڑی صلِ علیٰ صلِ علیٰ ہوگا
جنوں لے جائے گا جس دم اسے شہرِ مدینہ میں
سنہری جالیوں کوتھامے دیوانہ کھڑا ہوگا
نظر کے سامنے جب گنبدِ خضریٰ رہے گا تو
زباں خاموش ہوگی اور یہ دل بولتا ہوگا

سوال: آپ ایک صحافی بھی ہیں۔آج جس حالات سے اردو واردو صحافت گزر رہی ہے وہ تو تو آپ کو پتہ ہے۔پھر آپ نے مجلہ جہان نعت کا جو آغاز کرنے کی جرات کیسے کی۔اس کے کیا وجوہات رہے؟

جواب: جی بہتر طور پہ واقف ہوں۔میں نے دیکھا کہ پڑوسی ملک کے شعرا کے مقابلے ہندوستان کے نعت گوشعرا موضوعات وطرز اظہار کے معاملے میں پچاس سال پیچھے ہیں اور افراط وتفریط بھی زیادہ ہے تو میں نے ان کی رہبری کے لئے جہان نعت کا آغاز کیا۔کافی لوگوں کو اس جانب توجہ دلائی مگر کوئی کسی نے بھی پیش قدمی نہیں کی تو مجبوراً مجھے ہی آگے بڑھنا پڑا۔

سوال: ۔آپ نے کیا مشکلیں اٹھائی؟ کیا آپ کو اس میں کامیابی مل رہی ہے؟

جواب: جی ہاں جہان نعت کی صرف ملک ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پہ کافی پذیرائی مل رہی ہے یہی کامیابی کی دال ہے۔ویسے تو مجھے شروعات میں لکھنے والوں کی کافی دقت رہی ہے۔الحمدللہ آج جہان نعت کے لئے لکھنے والوں کی ایک ٹیم بن گئی ہے۔اور کچھ نئے قلمکار بھی ناچیز کے اصرار پر لکھ رہے ہیں۔میدان نعت میں ہمارے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔

سوال: اچھی نعت کہنے کے لیے صرف زبان وبیان پر قدرت ضروری ہے یا دیگر لوازمات اور تقاضے مثلاً اچھا عقیدہ بھی ضروری ہیں؟

جواب: احسان دانش کہا کرتے تھے کہ اچھا شعر کہنے کے لیے نثری کتب کا مطالعہ ضروری ہے۔نعت تو ادب کی سب سے نازک اور مقدس صنف ہے اس لیے اس میں طبع آزمائی کرنے کے لیے تو صرف زبان و بیان پر قدرت ضروری نہیں بل کہ کتب احادیث کے ابوابِ فضائل اور سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی ہوئی مستند کتابوں کا مطالعہ بھی شاعر کے لیے ضروری ہے۔تا کہ وہ اس بات سے باخبر رہ کہ اس کی نعت نگاری میں کہیں کوئی غیر مستند، غیر معتبر، موضوع یا من گھڑت واقعہ یا روایت تو جگہ نہیں پا رہی ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ اچھے اچھے شاعروں کے یہاں ایسی بے احتیاطی پائی جاتی ہے۔اس لیے لازم ہے کہ ہم مذہبی ادب کا بھی گہرا مطالعہ کریں، سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی گئی معتبر کتب کو پڑھیں تا کہ ہمارا کلام ہر قسم کی بے اعتدالی اور غیر محتاط رویوں سے محفوظ رہے۔نعت صرف فن بلکہ عبادت ہے۔عبادت کے لئے خوش عقیدگی ضروری ہے ورنہ وہ شاعری تو ہوسکتی ہے عبادت نہیں۔

سوال: آپ کے انشاء پرداز بھی ہیں۔آج جب نثر نگاروں کی کمی کو کس زاویے سے دیکھتے ہیں؟ کیا آپ نے اس کے لئے بھی کوئی تحریک چلائی۔؟

جواب: جامی صاحب ! آپ بھی ایک صحافی ہیں ۔نثر نگار حضرات ہی رسالے اور اخبار کی ریڑھی کی ہڈی ہوتے ہیں۔میں نے تحریک چلائی مگر جہان نعت کی حد تک ۔ضرورت ہے اس جانب بھی تحریک چلانے کی۔نثر نگاروں کی کمی باعث افسوس ہے۔نئی نسل میں اردو کا ذوق باقی نہیں رہا۔

سوال: آپ کی اب تک کتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں؟ اور کس نوعیت کی ہیں؟

جواب: الحمد اللہ میں چودہ کتابوں کا مرتب و مصنف ہوں۔نعتیہ مجموعہائے کلام میں ''گلزار نعت'' اور ''جلوہ گاہ طیبہ'' غزلیات میں ''شہر آرزو میں'' اور غزلیہ دیوان ''صحرائے سخن''، سوانح نگاری میں ''سید مقبول۔۔۔۔۔کہ گم اس میں ہیں آفاق'' اور داستان

کربلا''صحرا لہولہو'' مضامین کا مجموعے ''قلم آشنا'' اور ''آداب نعت گوئی'' اور ''علامہ اختر کچھوچھوی'' قرآن اور عصری تحقیقات پر مشتمل ''قرآن اور کائنات'' شامل ہیں اس کے علاوہ انٹرویوز پر مشتمل کتاب ''روبرو جلد اول'' مرتب کردہ ''جیلانی شاہد کے تین مجموعہائے کلام ''جہاں محمد وہاں خدا ہے'' (نعتیہ) خوشبوئے صبا (غزلیات) گلہائے رنگ رنگ (مختلف اصناف سخن)

سوال : آج کے دور میں نعت لکھنے والوں کے لیے خصوصاً نوجوانوں کے لیے کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب : نعت نگار حضرات کے لیے چاہیے کہ وہ اپنے اشعار کو صداقت اور سچائی کا آئینہ دار بنائیں۔ یہ نہیں کہ ہم اپنے شعروں میں کچھ بیان کر رہے ہیں اور ہمارا طرز عمل کچھ اور ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اگر ہم نعت لکھ رہے ہیں تو سنتِ مصطفی جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل بھی کریں۔ ورنہ ہماری شاعری محض شاعری کا حسن رہ جائے گی۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ جو ہمارے اشعار ہیں وہی ہمارے اعمال بھی بولنے لگیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کر رہے ہیں صرف شاعری کے حُسن کے لیے اور نعتیہ مشاعروں اور مجلسوں میں داد و تحسین وصول کرنے کے لیے نعتیہ کلام لکھ رہے ہیں تو یہ صرف دنیاوی اعتبار سے تو نفع بخش ہوسکتا ہے۔ دنیوی لحاظ سے یہ کسی بھی صورت قابل تحسین نہیں۔ خلوص وللّٰہیت کا شعروں میں ہونا ضروری ہے۔ کیوں کہ ہم ایک ایسی عالی وقار اور عظمت نشان بارگاہ میں محوِ نغمہ سرا ہیں جن پر اللہ کی عطا سے ہمارے حالات خوب خوب روشن ہیں۔ اور مطالعہ کی عادت ڈالیں اچھی نعتیہ شاعری بھی پڑھتے رہیں اور سیرت و تاریخ اور احادیث کی کتب سے بابِ فضائل بھی اپنے مطالعہ میں رکھیں۔